ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ

۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دو لعنت والی چیزوں سے احتراز اور پرہیز کرو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ وہ لعنت والی کون کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا (لعنت کا مستحق) وہ شخص ہے جو لوگوں کے راستے یا ان کے سایہ دار مقامات میں قضائے حاجت کرتا ہے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِی الْمَاءِ الرَّاكِدِ

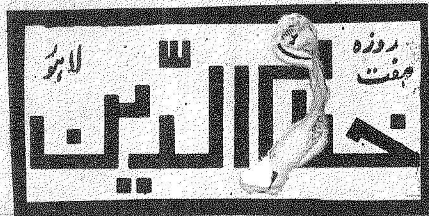
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (مسلم)

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ ابْنِیْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ قَالَ لَا قَالَ اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِیْ اِذًا فَاِنِّیْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ لَا تُشْهِدْنِیْ عَلٰى جَوْرٍ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِیْ! ثُمَّ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام دیا ہے۔ جو میرے پاس تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طریقہ سے (غلام) دیا ہے۔ میرے والد نے عرض کیا۔ کہ نہیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اس غلام) کو واپس لے لو اور ایک روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو بھی اسی طرح دیا ہے میرے والد نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا۔ تو اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف سے کام لو چنانچہ میرے باپ وہاں سے لوٹے اور اس عطیہ کو واپس لے لیا اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے بشیر کیا اس کے علاوہ تمہارے اور بھی اولاد ہے۔ میرے والد نے جواب دیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا تو کیا تم نے ہر ایک کو اتنا ہی عطیہ دیا ہے؟ والد نے کہا نہیں تو حضورؐ نے فرمایا تو اس وقت مجھ کو گواہ نہ بناؤ۔ اس لئے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) مجھ کو ظلم پر گواہ نہ بناؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا) اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا لو پھر ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم کو یہ چیز پسندیدہ ہے کہ تمہاری بھلائی کرنے میں سب برابر ہوں والد نے عرض کیا جی ہاں! ضرور پسند ہے آپ نے فرمایا تو اس وقت برابری کیوں نہیں کرتے (بخاری ومسلم)

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ ابْنُ حَرْبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْ غَيْرِهٖ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا لِیْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَيْنَبُ ثُمَّ [illegible] عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّیَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَاللهِ مَا لِیْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتی ہیں۔ کہ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ جس وقت ان کے والد ابو سفیان بن حربؓ انتقال فرما گئے تھے۔ تو انہوں نے (انتقال سے تین روز بعد) زرد رنگ کی ملی ہوئی خوشبو منگائی یا اس کے علاوہ اور اس خوشبو کو ایک باندی کے لگایا۔ پھر حضرت ام حبیبہؓ نے اس کو اپنے دونوں رخساروں پر ملا اور پھر فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھ کو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ جس عورت کو اللہ رب العزت پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ کسی میت پر تین روز سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں شوہر کے



ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

فون نمبر:- ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ - | ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲۸

بنیادی جمہوریتوں کے موجودہ انتخاب

مغربی پاکستان میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات کے جھگڑے کچھ اس انداز سے چلے کہ کئی قیمتی جانیں تلف ہو گئیں۔ کئی ر[?]ڈیل نوجوان انتخابی سرگرمیوں کا شکار ہو گئے۔ سرمایہ بے تحاشا لٹایا گیا اور اخلاق و حیا تو سر پیٹ کر رہ گئے۔ جعلی ووٹ کچھ اس طرح بھگتائے گئے کہ کنواری دوشیزائیں فرضی بیویاں بن گئیں اور شادی شدہ عورتیں فرضی شوہروں کے نام لے کر کئی کئی ووٹ بھگتا آئیں یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اخلاق باختگی اور بے حیائی کا یہ ڈرامہ کیوں کھیلا گیا؟ محض اس لئے کہ ان کے امیدوار اس جعلسازی اور بے ایمانی کے بل بوتے پر جیت جائیں۔

کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ لڑکیاں یہ چولے پہنیں اور ان کے ماں باپ اور بہن بھائی بے غیرتی کا یہ تماشا دیکھیں! شادی شدہ عورتیں فرضی شوہروں کی بیویاں بن کر ووٹ ڈالیں اور اُن کے شوہر حیا و غیرت کا جنازہ نکلتے دیکھ کر بھی چُپ سادھے رہیں۔ ڈوب مرنے کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ ؏

تفو بر تو چرخ گرداں تفو

اکبر الہ آبادی مرحوم تو چند بے پردہ بیبیاں دیکھ کر چلّا اٹھے تھے ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبرؔ زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

لیکن آج کا مسلمان (مملکت اسلامیہ خداداد پاکستان کا مسلمان) اپنی کنواری بچیوں کو بیبیاں بنا کر اور اپنی بیویوں کو فرضی شوہر دلا کر بھی غیرتِ قومی سے نہیں گڑتا۔ کیا اس سے زیادہ قومی بے حیائی اور بے غیرتی کی اور صورت ہو سکتی ہے! یہ صورتِ حال ایک طرف حیا و غیرت کے فقدان کی نشانی ہے تو دوسری طرف اہل امیدواروں کے حقوق کی واضح پامالی ہے۔ نہ جانے ان فرضی بیویوں نے کتنے حیادار، دیانتدار اور اہل امیدواروں کو شکست کا منہ دکھایا ہے اور اس طرح ملکی و ملی خیانت کی مرتکب ہوئی ہیں! لیکن کوئی ضابطہ نہیں جو اس کی چھان بین کر سکے؟ کوئی قانون نہیں جو جعلی ووٹ کو جعلی ثابت کر سکے؟ بس ایک دھینگا مشتی اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا منظر ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ الیکشن کی کوئی حیثیت نہیں۔

برادرِ محترم شورش کاشمیری صاحب کے قول کے مطابق "ہمیں شرم سے سر جھکا دینا چاہئے کہ ہمارے انتخابات بنیادی ہو گئے لیکن ہماری عقلیں طاعون کا شکار ہوتی جا رہی ہیں نتیجہ معلوم کہ۔"

لاہور جیسے شہر میں جو انتخابات آشنائی کے بعد انگریزی عہد سے مارشل لاء کے نفاذ اور بنیادی جمہوریت کے ابتدائی انتخابات تک پُرامن رہا۔ انتخابی غل غپاڑہ ضرور ہوتا رہا مگر نہ کبھی انتخابات میں غنڈوں نے حصہ لیا، نہ امیدوار کھڑے [illegible]

اور نہ اس طرح شرفاء کو خوف زدہ کیا جس کے مظاہر و آثار سامنے ہیں۔ شہروں میں بدمعاشوں کی بہت بڑی تعداد نعرہ ہائے رستاخیز بلند کر رہی ہے ووٹ عام بکے ہیں۔ غنڈہ گردی اس طرح ہوتی ہے جیسے تڑپ کی بازی چلتی ہے اور جو لوگ منتخب ہوئے ہیں اُن میں سے اکثر کے حالات ناگفتنی ہیں۔

اور اب جبکہ انتخابات ختم ہو چکے ہیں پھر بھی قتل کی لرزہ خیز وارداتیں اور داستانیں سننے میں آ رہی ہیں۔ کیا اس کا سدِّ باب نہیں ہو سکتا؟ اور اگر اس صورتِ حال کو کنٹرول میں نہیں لایا جا سکتا تو پھر کس منہ سے کہا جائے گا کہ ملک میں جمہوریت پنپ رہی ہے۔

یاد رکھئے! اگر ہم جمہوریت پسندی کے دعاوی کے ساتھ ساتھ اسی طرح کے خونین ڈرامے کھیلتے رہے اور درندگی کے یہی مظاہرے ہوتے رہے تو کوئی بھلا انسان ہمیں انسان کہنے کو تیار ہوگا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ بدترین آمریت بھی ہماری جمہوریت پر خندۂ استہزا بلند کرے گی۔ اور ہماری عزت اور آبرو خاک میں مل جائے گی۔

سوچئے! تنہائی کے لمحات میں بیٹھ کر سوچئے اور کتاب انسانیت سامنے رکھ کر سوچئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

مَوتُ العالِم مَوتُ العالَم

یہ خبر انتہائی رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مشہور بزرگ حضرت مولانا فضل احمد صاحب جالندھری ۲۱ نومبر ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۶ رجب المرجب کو اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جن حضرات نے حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں کبھی حاضری دی ہے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شکل و صورت آج تک ان کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہوگی۔ حضرت رائے پوری جب بھی لاہور تشریف لاتے حضرت مولانا فضل احمد صاحب جالندھری ضعیف العمری اور علالت

مجلس ذکر ۱۵ر رجب المرجب ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۱۹۶۴ء

فرائض ادا کرنے کے بعد ذکر اللہ
کی کثرت کی جائے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد:-

اللہ تعالیٰ کا احسان و شکر ہے۔ کہ اس نے ہم سب کو دولت ایمان سے نوازا۔ اور اپنی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ خورد و نوش۔ رہائش اور دوسرے سب انعامات سے بڑا انعام ہے ہم کو چاہئے کہ جتنا ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ اتنا ہی ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔ عمل صالحہ کرتے۔ ذکر اللہ اتنا ہی کثرت سے کرتے۔ لیکن معاملہ اس کے الٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں صحت۔ دولت۔ اولاد وغیرہ اسی کی نافرمانی کرتے ہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ حکم دیا ہے۔ کہ صبح و شام میری یاد میں مشغول رہو ہر نماز کے بعد میرا ذکر کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو ذکر اللہ اور دوسری عبادات کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا۔ تب بھی فطرتاً ہم پر فرض تھا۔ کہ ہم اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتے۔ جب کہ دنیا میں ہر احسان کرنے والے کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات بے حساب اور دنیا کے انسانوں کے احسانات سے بالکل مختلف ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی دنیاوی شکر سے مختلف ہے۔ مثلاً کسی انسان کے سامنے ہم شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ نہیں کرتے۔ کسی کا ہم صبح شام اتنی کثرت سے ذکر نہیں کرتے جتنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ہے۔ کہ ہم ۵ وقتہ نماز دل لگا کر پڑھیں۔ روزے رکھیں اور اپنے دوسرے فرائض عینیہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

حضرت[رح] بھی ذکر اللہ کی کثرت پر زور فرمایا کرتے تھے۔ میں بھی مختلف طریقوں سے آپ کو اس کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون۔

تم میری یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا

(سورہ احزاب رکوع ۶)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو! بہت ذکر اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا۔ کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں زیادہ اونچے درجوں پر ہوں گے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں حضرت عبداللہ بن عمر[رض] سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر چیز کے لئے کوئی صیقل ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ موثر نہیں

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسلام کے احکام بہت ہیں۔ آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے۔ جسے میں قوت سے پکڑوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ

تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہا کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ افضل الذکر کون سا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مخصوص ذکر پوچھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو اس پر حضرت موسیٰ[ع] نے کہا۔ کہ یا اللہ یہ تو سارے پڑھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ساری چیز ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمہ لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے۔ تو کلمہ والا پلڑہ بھاری ہوگا

حضرات! اندازہ لگائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کتنی عظمت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام[رض] کو فرمایا۔ کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عظمت اور اس کی برکتوں و فضائل کا علم ہو جائے۔ تو تم بیوی بچوں اور آرام دہ بستروں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاؤ۔ اور خوب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جن کو ذکر اللہ کی عظمت و برکت کا احساس ہو جاتا ہے تو وہ پھر دنیا کی ہر ایک چیز کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور ہر لمحہ سانس ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں اس دور میں ایسی مبارک ہستیاں حضرت رائپوری[رح] حضرت تھانوی[رح] حضرت مدنی[رح] اور حضرت لاہوری[رح] گزری ہیں جو ہر وقت ذکر اللہ میں شاغل رہتے تھے

ہم پر بھی فرض ہے۔ کہ ہم فرائض عینیہ کو ادا کرنے کے بعد ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ ہر وقت بدل بدل کر ذکر اللہ کرتے تھے۔ کپڑا پہنتے وقت۔ کھانا کھاتے وقت پانی پیتے وقت۔ سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت۔ سواری کے وقت۔ سونے کے وقت جاگنے کے وقت غرض ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کا ذکر مختلف طریقہ سے کرتے تھے۔ ہم کو بھی چاہئے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور مختلف اوقات کی دعاؤں کو یاد کریں کیونکہ حضور کی تابعداری ہی میں ہماری نجات ہے

حضرت[رح] کے گھر میں برکت اور فراوانی رزق بہت تھی۔ ہماری چھوٹی بہن[رح] ہر وقت ذکر اللہ میں شاغل رہتی تھی۔ رات کو بچوں کو سلا کر نوافل پڑھنے کھڑی ہو جایا کرتی تھی شادی کے بعد اس نے اپنے گھر میں اتنی برکت نہ دیکھی۔ اس نے حضرت[رح] سے ذکر کیا۔ تو حضرت[رح] نے فرمایا کہ بیٹی سالن پکاتے وقت آٹا گوندھتے وقت غرض ہر کام کرتے وقت ذکر اللہ کیا کرو۔ ہر لقمہ پر دل

خطبہ جمعہ ۱۵ر رجب المرجب مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۴ء

قیامت کے دن سوائے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے کوئی چیز کام نہ آئے گی

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝

(سورۃ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹)

ترجمہ۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی مگر جو اللہ کے پاس پاک لے کر آیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہوگا وہی وہاں کام دے گا۔ تیرے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے۔ اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فدیہ دے کر جان چھڑا لے تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صدقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی وقت ہے جب اپنا دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو

حاصل

یہ نکلا کہ قیامت کے دن مال اور اولاد نفع نہیں دیں گے بلکہ قلب سلیم کام آئیگا قلب سلیم وہ دل ہے جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اور کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں کی گندگی سے پاک ہو۔

(۲)

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُھُمْ وَلَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

(سورۃ المومن رکوع پارہ ۲۴)

ترجمہ۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کچھ بھی نفع نہ دے گا اور اُن پر پھٹکار پڑے گی۔ اور اُن کے لئے برا گھر ہوگا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی اُن کی کوئی مدد اور دستگیری نہ ہوگی۔ یہ مقبولین کے بالمقابل مطرودین ...... کا انجام بیان فرما دیا۔

حاصل

قیامت کے دن ظالموں کی کوئی مدد اور دستگیری نہ ہوگی۔ ان کے حیلے بہانے وہاں کسی کام نہ آئیں گے۔

(۳)

وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَوْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَھَدَیْنٰکُمْ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ۝

(سورۃ ابراھیم رکوع ۳ پارہ ۱۳)

ترجمہ اور سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تب کمزور متکبروں سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے سو ہمیں اللہ کے عذاب سے کچھ بچاؤ گے وہ کہیں گے اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں ہدایت کرتے۔ اب ہمارے لئے برابر ہے۔ کہ ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں۔ ہمارے بچنے کی صورت نہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔ یہ اتباع اپنے متبوعین سے کہیں گے دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ کام آؤ۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے۔ کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کردو؟ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدان حشر میں — ابن کثیرؒ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے۔

حاصل

قیامت کے دن کوئی بڑا کام نہ آئیگا وہاں صرف اللہ جل شانہٗ کو ہی بڑائی زیب دے گی۔

(۴)

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاھِھِمْ وَتُکَلِّمُنَآ اَیْدِیْھِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (سورۃ یٰسین رکوع ۴ پارہ ۲۳)

ترجمہ۔ آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ اور ہمارے ساتھ اُن کے ہاتھ بولیں گے اور اُن کے پاؤں شہادت دیں گے۔ اس پر جو وہ کیا کرتے تھے

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

یعنی آج یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف بھی نہ کریں تو کیا ہوتا ہے۔ ہم منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہاتھ پاؤں کان آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائے گا کہ ان کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہوگا۔ اور ان کے جرموں کی شہادت دے گا۔

کما قال اللہ تعالیٰ۔ حَتّٰٓی اِذَا مَا جَآءُوْھَا شَھِدَ عَلَیْھِمْ سَمْعُھُمْ وَاَبْصَارُھُمْ وَجُلُوْدُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ حم السجدۃ رکوع ۳) ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آپہنچیں گے تو اُن پر اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں گواہی دیں گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے

حاصل یہ نکلا کہ قیامت کے دن اپنے ہی اعضا اپنے کام نہ آئیں گے بلکہ الٹا اپنے خلاف گواہی دیں گے اور بارگاہ خداوندی میں جرم ثابت کرا دیں گے۔

بزرگان محترم!

مذکورہ بالا تمام آیات قرانی شہادت دے رہی ہیں۔ کہ قیامت کے دن نہ مال و اولاد کام آئیں گے۔ نہ تعلقات کام آئیں گے نہ کوئی بڑا آدمی سفارش

کرسکے گا۔ اور نہ حیلوں بہانوں سے وہاں کوئی دال گلے گی حتیٰ کہ اپنے ہی جسم کے مختلف اعضا بھی اپنے خلاف گواہی دینے میں ڈھیل نہ کریں گے وہاں صرف قلب سلیم کام آئے گا اور اپنا کیا ہوا سامنے ہوگا اگر نیک کام کئے ہیں۔ تو جنت کی ابدی نعمتیں اور رضائے خداوندی کی دولت لازوال ہاتھ آئے گی اور اگر دنیا میں بُرے کام کئے ہیں کفر و نفاق، شرک اور دوسرے فاسد عقائد میں گرفتار رہے ہیں۔ تو جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا۔

سچ کام آئے گا

قولہ تعالیٰ:- قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ ؕ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

(سورۃ المائدہ رکوع ۱۶ پارہ ۷)

ترجمہ۔ اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جن میں سچوں کو اُن کا سچ کام آئے گا ان کے لئے باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہی بڑی کامیابی ہے

خلاصہ

یہ ہے کہ قیامت کا دن وہ ہے۔ کہ جس میں اچھے کام کرنے والوں کو اُن کے اچھے کاموں کا اچھا بدلہ ملے گا۔ اور جنہوں نے سچائی کے ساتھ یعنی اللہ کی رضا کے لئے ایمان و یقین کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کے حکموں کی تعمیل کی ہے وہ اس کا پھل پائیں گے۔ انہیں رہنے کے لئے ایسے باغ ملیں گے جن کے محلوں اور درختوں کے نیچے صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور پھر یہ باغ ان سے کبھی نہ چھینے نہیں جائیں گے۔ بلکہ وہ انہیں کو بخش دیے جائیں گے۔ تاکہ وہ ان میں وہ ہمیشہ رہیں۔ یہ سب سے بڑی کامیابی ہے اور یہ انعامات اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ کی طرف سے ملیں گے

جنت کے وارث

قولہ تعالیٰ۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا ۟ وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۴۳)

ترجمہ۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہماری راہ نمائی نہ فرماتا۔ بے شک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے تھے۔ اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے۔ تم اپنے اعمال کے بدلے میں اس کے وارث ہوگئے ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ جنتی اپنے اعمال کے بدلے جنت کے بدلے جنت کے وارث ہونگے اور وہ جنت میں داخل ہوکر کہیں گے ہماری کیا مجال تھی جو اس آرام و آسائش کی جگہ میں پہنچتے۔ یہ سب اللہ کا فضل اور انعام ہے۔ لائق ستائش اور شکر وہی ہے کہ جس نے اپنی رحمت سے ہمیں یہاں پہنچنے کا راستہ بتایا۔ اگر اُس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہوتا تو ہم یہاں پہنچ نہ سکتے تھے۔ اب ہمیں صاف نظر آرہا ہے۔ کہ اللہ کے رسول جو باتیں ہمیں بتاتے تھے۔ وہ بالکل سچ تھیں اور ان میں ذرا برابر بھی جھوٹ کی ملاوٹ نہ تھی۔ اس پر ان کو غیب سے آواز سنائی دے گی۔ جو عام اعلان کردے گی۔ کہ لو! یہ جنت ہے تم اس کے مالک بنائے گئے ہو۔ اور یہ اُس کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے وہاں تم نے اپنی خواہشوں کو ہماری تابعداری میں روکا اور ہمیشہ رسول اور قرآن مجید کی ہدایت کے ایسے کام کرتے رہے جن سے جنت ملے یہاں ہم نے تمہیں اس کے بدلے جنت دی

ایمان کی شرط

قولہ تعالیٰ: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

(پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۹۷)

ترجمہ۔ جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے پس ہم ان کو زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے ان کو اجر بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت قرآنی میں حق تعالیٰ شانہٗ صاف طور پر یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ انسان مرد ہو یا عورت جو ایمان لاکر اچھے کام کرے گا اُسے پاکیزہ زندگی عطا کی جائے گی اور اُسے اُس کے بہترین کاموں کا اجر اور ثواب مل کر رہے گا۔ اس ارشاد ربانی میں ایمان لانے والوں کے لئے بڑی زبردست خوشخبری ہے کہ اُن کی زندگی دنیا میں بھی اطمینان بخش اور آسائش کی ہوگی اور جو اللہ جل شانہٗ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وہ اچھے اچھے کام کریں گے۔ اُن کا اجر اُنہیں آخرت میں بھی بھرپور ملیگا نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی۔ کہ قیامت کے دن فقط وہی اعمال کام آئیں گے جن کی بنیاد ایمان پر ہوگی۔

محترم حضرات

مذکورہ بالا تمام ارشادات ربانی سے یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ قیامت کے دن فقط ایمان اور اعمال صالحہ ہی کام آئیں گے۔ ان کے علاوہ کوئی چیز انسان کے کام نہ آئے گی رسولوں اور نیکوں کی شفاعت بھی فقط ایمان دار ہونے کی صورت میں میسر آسکے گی۔ ایمان سے خالی وجود شفاعت سے بھی محروم ہوں گے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

اسی لئے

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! اپنے ایمان درست کرلو۔ یاد رکھو! ایمان کا مطلب بھی سیکھنے سے آتا ہے اے اللہ تیرا اور تیرے رسول کا ہر حکم دل سے مانتا ہوں بس اسی ایک فقرے پر دل سے مہر تصدیق لگانے سے بفضلہ تعالیٰ دل میں نور ایمان آجاتا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ ایمان قیامت کے دن نجات کا باعث بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر کلمہ گو مرد و زن کو نور ایمان عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

برادران اسلام!

ہر مرد مومن کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے اور اپنے شب و روز اعمال صالحہ کی انجام دہی میں صرف کرنے چاہئیں تاکہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہوسکے

چوہدری محمد یوسف ایم اے

ایک مفسر قرآن

ایک ولیٔ زماں

حضرت شیخ التفسیرؒ کافوری مزاج کے بے ضرر انسان تھے۔ لیکن دجل و بطلان کے مقابلہ میں ایک کوہِ گراں نظر آتے تھے۔ ہمالیہ کی بلندی، پہاڑ کی ہیبت اور سمندر کی گہرائی آپ کی صدق دلی کے سامنے پرِکاہ کے برابر بھی درجہ نہ رکھتے تھے۔ کسی کی دل آزاری آپ کی فطرت کے خلاف تھا۔ دلجوئی آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ اپنوں اور بیگانوں کے مابین ایک لطیف ربط و تعلق پیدا کرنے کے دلدادہ اور متمنی تھے۔ لیکن اس کوشش میں حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ بلکہ بڑی پامردی سے تصادمات حیات کے خلاف صف آرا ہو جاتے۔ اور اس وقت تک سکون و قرار محسوس نہ کرتے جب تک کہ کفر و الحاد اور دجل و بطل کی رگوں سے لہو کا آخری قطرہ تک نچوڑ نہ لیتے۔ امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ، شاہانہ کرّ و فر، فلک بوس عمارات کا شکوہ اور کرسیٔ اقتدار کی ہیبت، غرض کوئی شے بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بلکہ آپ قد و گیسو، دار و رسن، صبح و شام اور شب و روز کے اتار چڑھاؤ کے مابین کچھ اس طرح اظہارِ خیال فرماتے ؎

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بین و حق اندیش خاشاک کے تودے کو کہے کوہِ دماوند

ساتھیوں، رفیقوں، یاروں اور ہمعصروں سے چشمک زنی کرنا آسان ہے لیکن حکومتوں کا بتِ کبریائی توڑنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کے لئے صورِ اسرافیل، ضربتِ ابراہیمی، عصائے موسوی اور خُلقِ مصطفویؐ کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا کو نہ صرف ماحول کے پیدا کردہ ہنگاموں سے متصادم ہونا پڑا بلکہ برطانوی دیوِ استبداد کا سر کچلنے کے لئے عصائے موسوی کی ضرورت آن پڑی۔ ظاہر ہے۔ ع

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

حضرت فتنوں کے پروردگا نہ تھے بلکہ امن و آشتی اور صلح پسندی کے دلدادہ تھے۔ لیکن یہ حقیقت بھی آپ کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھی "وہ ہاتھ قابل قدر ہے جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو۔ لیکن زندہ وہی رہ سکتا ہے جس کے ہاتھ میں شمشیر تابدار کا قبضہ ہو"

الغرض برطانوی تاجداروں سے یومِ آزادی تک حصولِ آزادی کا حق مانگتے رہے۔ جیلوں میں گئے۔ ہجرت بھی کی۔ فاقہ مستی تک بھی نوبت آئی لیکن تحریکِ آزادی کا یہ مجاہد برابر آواز بلند کرتا رہا۔ ع

رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن

آلام و مصائب کے ہجوم میں بڑے بڑے دل گردے والوں کا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر مصلحت کی کمین گاہ بنا لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مولاناؒ مصائب کا دل چیر کر برابر منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے ہی گئے۔ مصلحت بینی بھی عجیب شے ہے۔ ذی مرتبہ راہنمایانِ قوم آسانی سے اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جدید فنِ اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ مصلحت بینی ہی فلاح اور ہردلعزیزی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ یہ ماہرینِ فن اس خیال کے ہمراز ہیں۔ کہ کفر و اسلام، حق و باطل، شرک و توحید، نور و حکمت، صداقت و کذب سب کو ایک ساتھ لے کر چلنا چاہئے اگر حق گوئی کا حق اس طرح ادا ہو سکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھ میں رہے تو اس میں کیا مضائقہ؟ اہرمن و یزداں دونوں کو رام کیجئے صرف کعبے ہی کے کیوں ہو رہئے۔ جب بت کدے سے بھی رسم و راہ قائم رہ سکے ؎

معشوق ما بشیوۂ ہر کس موافق ست
با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

حضرت مولانا حق و باطل کے مابین کوئی نئی راہ تلاش نہیں کرتے اُن کا یقین ہے کہ حق کی حمایت کرو گے تو باطل ضرور روٹھے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ حق و باطل دونوں کی رضاجوئی کی جائے۔ ان میں سے ایک کے دامنِ عافیت میں پناہ لینی ہو گی اور دوسرے کے دامن کو جھٹک دینا ہو گا۔ لہذا حضرتؒ نے اپنے لئے حق کی راہ متعین کی۔ اس لئے کہ یہی صلحاء و اتقیاء کی راہِ مستقیم ہے اس مقام پر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ذاتی تاثرات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"حق اور باطل دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ انہی میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے۔ اگر حق کی راہ اختیار کی ہے تو پھر مصلحت پیرایۂ بیان طرزِ ادا۔ الفاظ شہد نما و معانی زہرآلود اور اسی قبیل کی تمام باتوں کے لئے نفاق کے سوا اور کوئی لقب نہیں۔ سچ کہئے گا تو جھوٹ کو چوٹ لگے گی۔ اس کو بچانے کی کوشش نہ کیجئے ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کے لئے مہلک ہیں۔ نرمی و آشتی، حسن ادا، پیرایۂ بیان، مصلحت بینی اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی معانی ہیں جو بتلائے جاتے ہیں تو خدا کیلئے ہمیں سمجھائیے کہ پھر نفاق اور منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں؟ اگر ایک بات سچ ہے تو اس کو صاف صاف کہہ دیجئے۔ اگر کچھ لوگ بُرے ہیں تو کھول کھول کر ان کی برائی بیان کر دیجئے۔ بُری باتوں کے اظہار کے لئے اچھے لفظ کیوں اختیار کئے جائیں۔ بداعمالوں کو کیا حق ہے کہ نیک کرداروں کے حقوق کا مطالبہ کریں؟ اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں کو آستین میں چھپانے کی جگہ بہتر ہے کہ سر پر جگہ دیجئے۔ ظاہر و باطن میں مطابقت جھوٹ

سعید الرحمن الاعظمی

سیرگاہ تاریخ

جس نے دُنیا کو ٹھکرا دیا....!

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں۔ تمام اعیانِ مملکت اور سربراہانِ حکومت خلیفہ کے دربار میں مؤدب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور پوری فضا پر ایک رعب چھایا ہوا ہے۔ خلیفۂ وقت حاکمانہ انداز میں اہلکارانِ حکومت کو مشورے دے رہے ہیں اور لوگ نہایت غور سے بادشاہ کی باتوں کو سن رہے ہیں۔

اتنے میں ایک آہٹ ہوئی، سرگوشیوں کی آہٹ۔ اور اسی کے ساتھ ہی کمال بے تکلفی کے ساتھ ایک شخص دربار میں داخل ہوتا ہوا نظر آیا۔

سیاہ رنگ، پاؤں میں لکڑی کا ایک کھڑاؤں نما جوتا، جسم پر ایک پھٹا ہوا جبہ، سر پر چپکی ہوئی ایک ٹوپی اور ہاتھ میں ایک عصا۔

حیرت سے نگاہیں کھلی رہ گئیں۔

اندر باہر ہر طرف لوگ محوِ حیرت ہیں کہ آخر یہ کون شخص اس شانِ بے نیازی کے ساتھ اور ایسی بوسیدہ ہیئت میں دربار میں داخل ہو رہا ہے۔

"یقیناً کوئی مخبوط الحواس فقیر ہے جو خلیفہ سے کچھ مانگنے کے لئے حاضر ہو رہا ہے"۔

ایک طرف سے آواز آئی اور فضا میں پھیل کر رہ گئی۔

خلیفہ دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مرحبا اھلاً و سھلاً کا نعرہ پورے دربار میں گونج گیا۔ داخل ہونے والے شخص نے بے تکلفی کے ساتھ خلیفہ کو جواب دیا۔ خلیفہ نے تخت پر بیٹھنے کی درخواست کی اور وُہ بیٹھ گئے۔

●

اپنے زمانے کے مشہور اور بلند مرتبت شیخ عطاء بن ابی رباح نے دربار میں آنا کیوں پسند کیا؟ کیا اس لئے کہ وہ خلیفۂ وقت سے اپنی تنگدستی کا واسطہ دے کر کچھ عطیہ مانگنے والے ہیں، یا وہ اپنے علم و فضل کا مظاہرہ کر کے خلیفہ سے کوئی عہدہ اور منصب چاہتے ہیں، یا کوئی ایسی جائداد چاہتے ہیں جسے وُہ اپنے معاش کا ذریعہ بنا سکیں۔

ہرگز نہیں! جو شخص دنیا کو ٹھکرا چکا ہو وہ خلیفہ سے مال و منصب کی درخواست نہیں کر سکتا۔

عطاء بن ابی رباح خلیفہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں ہشام بن عبدالملک اعیانِ مملکت کی موجودگی میں ابن ابی رباح کے سامنے اس طرح مؤدب ہیں۔ جیسے ایک نیازمند شاگرد اپنے استاد کے سامنے، دربار میں حیرت و رعب کی فضا ہے۔ تعجب و استفسار کی ایک ملی جلی کیفیت ہر شخص پر نمایاں ہے۔

"کیسے تشریف لانا ہوا؟" نہایت ادب کے ساتھ خلیفہ نے سوال کیا۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا۔ "امیرالمومنین! آپ کو معلوم ہے کہ اہل حرمین اللہ کے عیال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آپ ان کی خبرگیری کریں اور ان کا جو حق آپ پر عائد ہوتا ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں"۔

غلام کو اشارہ کرتے ہوئے خلیفہ نے کہا کہ اہل مکہ و مدینہ کے لئے ایک سال کا وظیفہ جاری کیا جائے — اور اس نے حکم کی تعمیل کی۔

"اس کے علاوہ کوئی اور ضرورت ہو تو فرمائیں؟" خلیفہ نے پھر ابن ابی رباح سے درخواست کی۔

ابن ابی رباح نے کہا۔ کہ "اہل نجد و حجاز اصل عرب اور اسلام کے اوّلین قائد ہیں، ان کے صدقات کا بچا ہوا حصّہ بھی انہیں میں خرچ کیا جائے"۔

خلیفہ نے غلام کو حکم دیا اور اس نے لکھ لیا۔

"اور بھی کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں"۔ پھر خلیفہ نے ابن ابی رباح سے عرض کیا۔

"سرحدوں کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کا حق ہے کہ ان کی پوری کفالت کی جائے اور ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو آپ کی سرحدیں ضائع ہو جائیں گی"۔

ابن ابی رباح نے خلیفہ کو متنبہ کیا اور خلیفہ نے فوراً اس کی تدبیر کا حکم دیا۔

"اس کے سوا کوئی اور حکم ہو تو فرمائیں؟" خلیفہ نے پھر پوچھا۔

عطاء بن ابی رباح نے فرمایا۔ کہ "ذمیوں کو تکلیف مالایطاق سے محفوظ رکھا جائے اور خلیفہ نے اسی وقت فرمان جاری کرایا کہ ذمیوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہ بنایا جائے"۔

ہشام بن عبدالملک نے ڈرتے ڈرتے پھر سوال کیا کہ "کوئی اور ضرورت ہو تو حکم دیں"۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ "ایک کام اور ہے"۔

"فرمایئے"؟ خلیفہ نے کہا۔

عطاء بن ابی رباح نے انتہائی دلیری اور جرأت ایمانی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

"اپنے بارے میں آپ اللہ سے ڈریئے اور یاد رکھئے کہ آپ جس طرح تنہا پیدا ہوئے ہیں اسی طرح تنہا موت بھی آئے گی۔ اور آپ کا حشر بھی تنہا ہوگا۔ اور تنہا ہی حساب کتاب بھی ہوگا اور یہ جتنے لوگ بھی اس وقت آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ان میں کوئی اس وقت آپ کا ساتھ نہ دے گا"

ہشام بن عبدالملک یہ سن کر شدتِ تاثر سے رونے لگے اور برابر روتے رہے۔ یہاں تک کہ عطاء بن ابی رباح دربار سے اُٹھ کر جانے لگے تو ان کو احساس ہوا اور انہوں نے فوراً اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "غلام! یہ عطاء کو دے دو"۔

غلام نے دوڑ کر عطاء کو پا لیا اور ان کی طرف تھیلی کو بڑھاتے ہوئے کہا

معارف و حقائق

از جناب مولانا رشید الدین صاحب حمیدی

میں اسماعیل کا بڑا بھائی ہوں

تحصیل سکندر آباد ضلع بلند شہر میں جو گاؤں شاہ صاحب کے خاندان کے تھے ان کی تحصیل کے لئے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو شاہ رفیع الدینؒ کے چھوٹے بیٹے کو بھیجنے کی تجویز ہوئی، چونکہ مولانا شہیدؒ کو دیہات کے حالات معلوم تھے اس لئے مولوی موسیٰ آپ کی خدمت میں حالات معلوم کرنے کے لئے آئے۔ مولانا شہیدؒ نے سب کچھ بتلا دیا، اور یہ بھی بتلا دیا کہ میں آتے جاتے غازی آباد میں فلاں بھٹیاری کے یہاں ٹھہرا کرتا ہوں، تم بھی وہیں ٹھہرنا، اور یہ کہہ دینا کہ میں اسماعیل کا بڑا بھائی ہوں، مولوی موسیٰ تمام ہدایات لے کر روانہ ہو گئے۔

جب بھٹیاری کے ہاں پہنچے تو اس نے ان کی بھی اسی طرح خاطر کی جس طرح مولانا کی کیا کرتی تھی۔ رات کے وقت اس نے مولوی موسیٰ کی چارپائی کے نیچے دو لوٹے پانی کے ایک چٹائی اور ایک جانماز رکھ دی۔

مولوی موسیٰ نے کہا کہ تم یہ سب کیوں رکھتی ہو، نہ لوٹوں کی ضرورت ہے۔ نہ چٹائی کی اور نہ جانماز کی۔ جب صبح ہو گی تو مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیں گے۔

بھٹیاری نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں تو تمہاری صورت ہی دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ تم مولوی اسماعیلؒ کے بھائی نہیں ہو سکتے (یہ شاہ صاحب کی خاندان میں سیاہ فام تھے) اور اب تمہارے یہ کہنے سے بالکل یقین ہو گیا ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب بھی صبح کی نماز مسجد ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ مگر وہ تھوڑی دیر سو کر اٹھ بیٹھتے اور وضو کر کے صبح تک نفلوں میں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے، اور تم کہتے ہو کہ مجھے پانی وغیرہ کی ضرورت نہیں، اور یہ بھی کہتے ہو کہ میں ان کا بڑا بھائی ہوں میں تو سمجھتی تھی کہ تم ان کے بڑے بھائی ہو تو عبادت میں بھی ان سے بڑھے ہوتے ہو گے، مگر تم تو کچھ بھی نہ نکلے۔

مولوی موسیٰ کہتے ہیں کہ میں بھٹیاری سے یہ باتیں سن کر شرم سے پانی پانی ہو گیا اور مجھ سے اس کا کوئی جواب بن نہ پڑا۔

نیک بندوں کے اوقات میں برکت

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا، اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے۔ جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتے، وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں، مولاناؒ نے یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے، اور مولانا اسماعیل صاحبؒ کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرما دیا کہ یہ عصر سے لے کر مغرب تک میں ایک قرآن شریف ختم فرما لیتے ہیں۔

یہ سن کر لوگ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجیے، چنانچہ گومتی کے پل پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور مولاناؒ نے سب کے سامنے عصر سے لے کر مغرب تک میں پورا قرآن ختم فرما دیا۔

مولانا اسماعیل شہیدؒ کی صدا

حاجی منیر خاں صاحب رئیس خانپور فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ عشا کی نماز پڑھ کر اس دروازے کی طرف چل دیئے جو قلعہ کی جانب ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں اس وقت میں آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا، اگر آپ کہیں جائیں گے تو میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔

مولاناؒ نے فرمایا کہ اس وقت میں ایک خاص ضرورت سے جا رہا ہوں، تم مجھے جانے دو اور میرے ساتھ نہ آؤ، میں نے اصرار کیا مگر وہ نہ مانے اور تنہا چل دیئے۔ میں بھی ذرا فاصلہ سے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ خانم بازار میں ایک بڑی مالدار اور مشہور رنڈی کا مکان تھا، اس کا نام موتی تھا۔ مولانا اس کے مکان پر پہنچے اور آواز دی۔ تھوڑی دیر میں مکان سے ایک لڑکی نکلی۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ایک فقیر ہوں، وہ لونڈی چلی گئی اور جا کر کہہ کر کہدیا کہ ایک فقیر کھڑا ہوا ہے، موتی نے کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جا کر دیدے وہ لڑکی پیسے لے کر آئی تو مولانا نے فرمایا کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں۔ بغیر صدا کہے لینا میری عادت نہیں۔ تم اپنی بی بی سے کہو کہ میری صدا سن لے۔ اس نے جا کر کہہ دیا۔

موتی نے کہا اچھا بلا لے۔ مولانا اندر تشریف لے گئے اور صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے سورہ والتین۔ ثم رددناہ اسفل سافلین تک تلاوت فرمائی۔ میں بھی اندر پہنچ گیا، اور جا کر مولانا کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ مولاناؒ نے اس قدر بلیغ اور مؤثر تقریر فرمائی کہ گویا دوزخ اور جنت کا مشاہدہ کرا دیا۔ اس کے یہاں بہت سی رنڈیاں اور دوسرے لوگ بھی تھے۔ ان سب پر مولاناؒ کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ سارے کے سارے چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ ایک کہرام سا مچ گیا، انہوں نے ڈھولک اور ستار وغیرہ سب توڑنے شروع کر دیئے، موتی اور اس کے علاوہ بہت سی رنڈیاں تائب ہو گئیں۔ اس کے بعد مولانا اٹھ کر چل دیئے۔

ابلیس بے حیا

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قافلہ حج سے واپسی میں لکھنؤ میں ٹھہرا۔ اس وقت علی نقی خاں وزیر تھا، اور سبحان علی خاں اس کا میر منشی تھا۔ علی نقی خاں نے تمام قافلہ کی دعوت کی۔ اور کھانے کے لئے سب کو ایک بڑے مکان میں مدعو کیا، اس میں علماء فرنگی محل وغیرہ مدعو تھے۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو علی نقی خاں نے سید صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضور! ابھی کھانے میں ذرا دیر ہے۔ بہتر ہو کہ جناب مولانا اسماعیل صاحب کچھ بیان فرما دیں۔

مولانا اسماعیل صاحبؒ کا قاعدہ تھا کہ جہاں سید صاحب ہوتے تھے وہاں چپ بیٹھے رہتے تھے۔ بولتے نہیں تھے، اس لئے سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحبؒ سے فرما دیا کہ آپ کچھ فرما دیجیے۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ بہت کم گو تھے۔ جب تک کوئی سوال کئی مرتبہ نہ کیا جائے کچھ جواب ہی نہ دیتے تھے۔ عادت کے مطابق وہ خاموش رہے کوئی جواب ہی نہ دیا۔

تھوڑی دیر بعد علی نقی خاں نے پھر عرض کیا۔ سید صاحب نے پھر مولانا عبدالحی صاحبؒ سے فرمایا۔ اس مرتبہ بھی وہ خاموش رہے تھوڑی دیر میں علی نقی خان نے پھر عرض کیا۔ سید صاحبؒ نے پھر مولانا سے فرمایا۔ مولانا پھر بھی خاموش رہے۔

اس پر سبحان علی خاں بولا کہ جناب اس مجمع میں علمائے فریقین موجود ہیں ایسے مجمع میں مولانا کو تقریر کرتے ہوئے شرم آتی ہے، اس لئے یا تو آپ ہی کچھ فرماویں یا مولانا اسماعیل صاحبؒ کو حکم فرمائیں۔ یہ سن کر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے زور سے ہوں کرکے (آپ کی عادت تھی کہ تقریر کی ابتدا میں ہوں فرمایا کرتے تھے) فرمایا، الحیاء شعبۃ من الایمان اور یہ فرما کر سلسلہ تقریر شروع فرمایا اول ثابت فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام باحیا تھے اور ابلیس بے حیا پھر نوح علیہ السلام باحیا تھے، اور اور ان کی قوم بے حیا، اس کے بعد دوسرے انبیاء کا باحیا ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیا ہونا ثابت فرمایا آخر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باحیا ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیا ہونا ثابت فرمایا۔ اس کے بعد صحابہؓ کا باحیا ہونا پھر فرق اسلامیہ میں اہل سنت کا باحیا ہونا اور ان کے مخالفین کا بے حیا ہونا ثابت فرمایا۔ پھر خاتمہ تقریر پر فرمایا کہ الحمد للہ سنت انبیاء اور ان کے متبعین کے مطابق عبدالحی باحیا ہے اور روافض بالخصوص روافض اودھ اپنے اسلاف کی سنت کے مطابق بے حیا۔ بس اس پر اپنی تقریر ختم کر دی۔

مولانا عبدالحی صاحب کی تقریر کے دوران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور ان کے منافع کا بھی ذکر آگیا تھا جو آپ کی ذات سے اسلام کو پہنچے۔

اس پر سبحان علی خاں نے بلند آواز میں یہ حدیث پڑھی۔ ان اللہ لیوید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ اس پر مولانا اسماعیل صاحبؒ اٹھے اور مولانا عبدالحی صاحبؒ سے فرمایا کہ ذرا آپ اپنی تقریر کو روک دیجئے اس کا جواب میرے ذمہ ہے، پھر سبحان علی خاں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کو تسلیم کرتے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی۔ اس نے وہی جواب دیا آپ نے پھر یہی سوال کیا، اس نے وہی جواب دیا، جب کئی مرتبہ اس سے اقرار کرا لیا، تب فرمایا کہ یہ بحث تو پھر ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاجر تھے یا نہیں لیکن اس وقت آپ نے اتنا تسلیم کر لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے دین کو مدد پہنچی۔ اب اتنا ذرا اور بتا دو کہ دین کو فائدہ اصول تشیع کے مطابق دین پہنچا یا اصول سنت کے مطابق۔

اس کے جواب میں سبحان علی خاں بالکل خاموش ہو گیا، جب وہ کوئی جواب نہ دے سکا تو خود مولانا نے فرمایا کہ یہ تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ اصول تشیع کے مطابق دین کو نفع پہنچا۔ یہی کہا جائے گا اصول اہل سنت کے مطابق ہی نفع پہنچا۔ پس ثابت ہوا کہ دین حق اہل سنت ہے۔

ایک موقعہ پر دوران تقریر میں مولانا عبدالحی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بیان فرمایا۔ اسی وقت سبحان علیخاں نے حدیث لحمک لحمی و دمک دمی پڑھی اس پر بھی مولانا اسماعیل صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ مولانا ذرا تقریر روک دیجئے گا اس کا بھی جواب میں دوں گا۔ اس کے بعد سبحان علی خاں سے فرمایا کہ سنو! اول تو یہ حدیث ثابت نہیں، اگر ثابت ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہ ہوا۔ سبحان علی خاں کی سمجھ میں کوئی جواب نہیں آیا خاموش رہ گیا۔

پھر ایک موقع پر سبحان علی خاں نے مولانا کی تقریر پہ اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے یہاں یہ حدیث ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جزیہ نہ لیں گے، بلکہ ان کے زمانہ میں اسلام ہو گا۔ یا قتل، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزیہ لیتے تھے تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر سکتے ہیں۔ اس پر مولانا اسماعیل صاحبؒ کھڑے ہوئے، اور فرمایا، کہ ان کا جزیہ نہ لینا خود اسی حدیث کی بنا پر ہو گا۔ پس یہ تعمیل ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نہ کہ تنسیخ۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ اور سبحان علی خاں خاموش ہو گیا۔

اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ نے اثنائے وعظ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا تو پھر سبحان علی خاں بولا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح کی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص، اس پر بھی مولانا شہیدؒ کھڑے ہوئے اور سبحان علی خاں سے پوچھا کہ بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا ہوتا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دربار ہجو گوئی سے پاک تھا۔ پھر پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے دربار میں حضرت علیؓ پر تبرا ہوتا تھا؟ اس نے کہا بے شک ہوتا تھا، اس پر مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اہل سنت الحمد للہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں اور روافض حضرت معاویہؓ کے، پھر خود ہی اپنے امام کی تنقیص بھی کرتے ہیں۔ ہم اپنے امام کے مقلد ہیں، اور ان کے علاوہ تمام صحابہؓ کو بھی اپنا مقتدیٰ سمجھتے ہیں۔

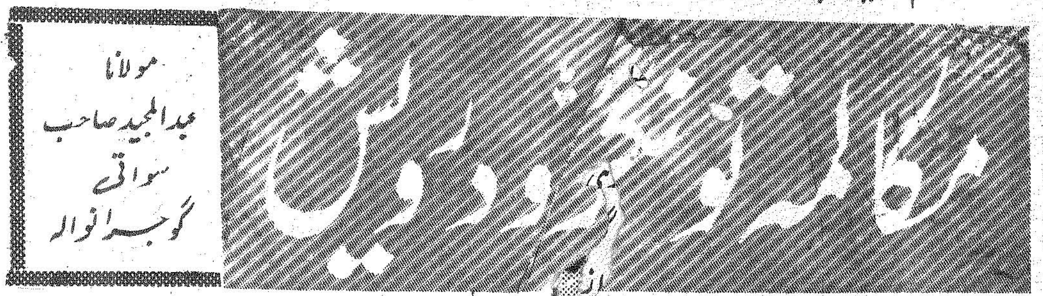
آخر میں ایک موقعہ پر پھر اس نے اعتراض کرنا چاہا اور صرف اتنا کہا تھا کہ مولانا! اس پر نقی علی خاں بول اٹھے! اور کہا سبحان علی خاں بس کرو بہت گالیاں سنوا چکے ہو، اب چھیڑو۔ (حضرت امیر شاہ خاں صاحب)

میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی

مولانا اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہنسی مذاق کی عادت بہت تھی اس لئے آپ سید صاحب کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ الگ ٹھہرا کرتے تھے۔

جب سید صاحبؒ کا قافلہ حج کو گیا تو اسی وجہ سے مولانا اسماعیل صاحبؒ سیدؒ صاحبؒ کے جہاز میں سوار نہیں ہوئے۔ بلکہ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے۔ اس زمانہ میں بادبانی جہاز تھے۔ مسافروں کو پینے کے لئے روزانہ فی کس ایک بوتل پانی ملا کرتا تھا اتفاق سے ہوا ناموافق ہوگئی، جہاز میں پانی کم رہ گیا۔ اس لئے جہاز والوں نے اعلان کر دیا کہ کل سے پانی آدھ بوتل ملے گا۔ دو دنوں تک آدھا آدھا بوتل ملا۔ اس کے بعد جب بالکل ختم ہو گیا تو جہاز والوں نے کہہ دیا کہ اب نہیں رہا اس لئے ہم نہیں دے سکتے اس جہاز میں سید صاحبؒ کے قافلہ کے علاوہ اور دوسرے لوگ بھی تھے ان لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں کہ یہ شخص (مولانا شہیدؒ) ہر ایک کو چھیڑتا ہے، اور ہر ایک سے ہنسی مذاق کرتا ہے۔ اس کی شامت اعمال سے ہم پر یہ بلا نازل ہوئی ہے۔ اس کو روکنا چاہیئے۔

مولانا وجیہ الدین صاحب اور دوسرے لوگوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ کچھ آدمیوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ان کو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور عظمت سے آگاہ کیا۔ ان سے کہا کہ یہ شامت تمہاری اس اس گستاخی اور بدگمانی کا نتیجہ ہے تم کو چاہیئے



یا جدالِ سعدی با مدعی در بیانِ توانگری درویشی

(درویش) ایک شخص جو بظاہر درویشوں کی شکل و صورت میں تھا لیکن درویشوں کی صفات اور خوبیاں اس میں نہ تھیں میں نے ایک مجلس میں اسے بیٹھا ہوا دیکھا جو مالداروں کی برائی میں مصروف تھا۔ شکایتوں کے دفتر اس نے کھولے ہوئے تھے مالداروں کی مذمت میں گفتگو شروع کر کے بات یہاں تک پہنچی تھی کہ

قدرت نے درویشوں کے ہاتھ روک دیتے ہیں اور مالداروں کی بخشش کے پاؤں توڑ دیئے ہیں۔

کریموں کے ہاتھوں میں درہم (روپیہ پیسہ) نہیں اور دولت مندوں کے لئے سخاوت اور بخشش نہیں۔

(سعدی) مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کیونکہ میں دولت مندوں کا ممنون احسان اور پروردہ نعمت ہوں میں نے کہا کہ اے دوست مالدار تو درحقیقت غرباء و مساکین کی آمدن کا ذریعہ ہیں اور گوشہ نشینوں کے لئے ذخیرہ ہیں۔ مہمانوں اور ملاقاتیوں کا مقصود ہیں مسافروں کے لئے جائے پناہ ہیں دوسروں کی راحت کی خاطر بہت سے بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں۔ خود کھانے کی طرف اس وقت ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ جب ان کے متعلقین اور ماتحت لوگ کھا لیں اور ان کی جود و بخشش کا بچا کچھا حصہ بیواؤں بوڑھوں، کمزور رشتہ داروں اور پڑوسیوں تک پہنچتا ہے۔

مالدار لوگ وقف کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں زکواۃ ادا کرتے ہیں فطرانہ دیتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں۔ کعبہ کی نیاز بھیجتے ہیں قربانی کرتے ہیں تم کہاں ان کے مرتبے تک پہنچ سکتے ہو جبکہ تمہارے لئے نماز کی ان دو رکعتوں کے سوا کچھ نہیں اور وہ نماز بھی تم بصد پریشانی ادا کرتے ہو۔

اگر سخاوت کی قدرت ہے۔ یا سجدہ کی طاقت تو مالداروں کو بہتر طریق پر میسر ہے۔ اس لئے کہ وہ پاک مال رکھتے ہیں صاف ستھرا لباس پہنتے ہیں ان کی عزت و آبرو محفوظ ہے اور تشویش سے ان کے دل و دماغ فارغ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اطاعت کی قوت، لطیف خوراک کھانے میں اور عبادت کی صحت پاکیزہ لباس پہننے میں زیادہ ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خالی پیٹ سے کیا عبادت ہو سکتی ہے اور تہی دست آدمی کیا فیاضی کر سکتا ہے۔ باندھے ہوئے پاؤں سے چلنا پھرنا کہاں ہو سکتا ہے۔ اور بھوکے ہاتھ سے کیا بھلائی ہو سکتی ہے۔

رات کو پریشان حالت میں سوتا ہے وہ آدمی جس کے لئے دن میں ذریعہ معاش نہ ہو۔ چیونٹیاں موسم گرما میں خوراک کا ذریعہ جمع کرتی رہتی ہیں تاکہ سردی میں آرام سے وقت بسر کر سکیں۔ فراغت فاقہ کے ساتھ نہیں اکٹھی ہو سکتی اور دل جمعی کی صورت تنگدستی میں کبھی نہیں پیدا ہو سکتی ایک آدمی عشاء کی نماز کے لئے تکبیر کہتا ہے اور دوسرا رات کے کھانے کے لئے منتظر بیٹھتا ہے۔

آخر یہ اس کے ساتھ کیسے برابر ہو سکتا ہے روزی کا مالک تو خداوند تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔

اور پریشان حال آدمی پریشانی دل میں مبتلا ہوتا ہے۔

ان مالداروں کی عبادت قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے کہ انہیں اسباب دل جمعی حاصل ہیں اور دماغی الجھنوں سے اور ذہنی تکلیفوں سے یہ پریشان و پراگندہ خاطر نہیں۔ اسباب معیشت انہوں نے درست کئے ہوئے ہیں۔ خدا کی عبادتوں میں اور اوراد میں لگے ہوتے ہیں عرب لوگ کہا کرتے ہیں" پناہ بخدا اوندھا گرانے والے فقر سے اور محبت نہ رکھنے والے پڑوسی سے،، بعض آثار میں یوں آیا ہے کہ،، غربت دونوں جہان میں رو سیاہی کا باعث ہے"

(درویش) نے کہا کہ تم نے یہ سنا ہے اور وہ روایت نہیں سنی جس میں پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ " الفقر فخری،، فقر میرے لئے فخر کا باعث ہے۔

(سعدی) میں نے کہا خاموش رہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس گروہ کے فقر کی طرف ہے۔ جو میدانِ رضا کے مرد ہیں (جو مشیت ایزدی کی ہر ادا پر خوش رہتے ہیں اور اپنے آپ کو ارادہ الہیٰ کے تابع رکھتے ہیں) اور یہ قضا کا نشانہ ہیں۔ نہ یہ لوگ جو نیکوں کا لباس پہنتے ہیں اور خیرات کے لقمے فروخت کرتے ہیں، حرص و لالچ سے مال جمع کرتے اور اسی کو تمول کا ذریعہ بناتے ہیں۔

اے وہ شخص جو ڈھول کی طرح بلند بانگ ہو اور اندر سے خالی ہے

کارگذاری کے وقت بغیر توشے کے کیا کرو گے۔

اگر مرد ہو تو لوگوں سے طمع و لالچ کا رخ پھیر دو۔

ہاتھ میں ہزار دانہ تسبیح گھمانے سے کیا فائدہ۔

جو درویش معرفت سے خالی ہو وہ آرام نہیں پکڑتا جب تک اس کا کام کفر تک نہ پہنچ جائے۔ کاد الفقر ان یکون کفرا یعنی قریب ہے کہ فقر و افلاس کفر تک پہنچا دے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ بغیر مال کے کسی برہنہ شخص کو لباس پہنایا جا سکے۔ یا کسی قیدی کو فدیہ دے کر قید خانہ سے چھڑایا جا سکے۔ یہ درویش لوگ ان مالداروں کے مرتبہ تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

الید العلیا خیر من الید السفلیٰ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اہل بہشت کی نعمتوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے اُولٰئِکَ لَھُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ یہ لوگ ہیں جن کے لئے مقرر روزی ہے۔

پیاسے شخص کو تو خواب میں بھی تمام جہان پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے۔

(درویش) میں نے جب یہ کہا تو درویش کے ہاتھ سے طاقت کی باگ چھوٹ گئی اور وہ حوصلہ سے باہر ہو گیا۔ اپنی زبان کی تلوار اس نے کھینچ لی اور فصاحت کا گھوڑا بے حیائی کے میدان میں دوڑانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ (اے سعدی) اس قدر تم نے مالداروں کی تعریف میں بے جا مبالغہ کیا ہے۔ اور ایسی پریشان باتیں کہی ہیں جن سے وہم یہ تصور کرتا ہے کہ گویا یہ لوگ تریاق ہیں یا رزق کے دروازوں کی چابیاں ہیں حالانکہ یہ تو مٹھی بھر متکبر مغرور اور خود پسند لوگوں کا ٹولہ ہے۔ جو غرباء سے نفرت کرتے ہیں اور اپنے مال و

دولت کے نشے میں بدمست رہتے ہیں اور جاہ و ثروت میں ایسے مبتلا کہ کسی سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ جب تک ان کے سامنے سفارش نہ پیش کی جائے اور جو کمزوروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ علماء کو گداگری کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فقرا کو پریشانی اور بے سروپائی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اور یہ محض اس لئے کہ یہ مالدار ہیں اور اپنے مرتبہ اور جاہ کی اکڑ میں سب سے اونچے بیٹھتے ہیں اور اتنا خیال بھی نہیں کرتے کہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں۔ یہ لوگ حکماء کے قول سے کس قدر بے خبر ہیں جنہوں نے کہا ہے۔

جو لوگ طاعت میں دوسروں سے کمتر ہوں اور مال و دولت میں زیادہ تو ایسے لوگ شکل و صورت سے مالدار اور حقیقت میں مفلس ہوتے ہیں۔

اگر نالائق آدمی مال و دولت کی وجہ سے عقلمندوں کے سامنے تکبر کرتا ہے۔ تو ایسے شخص کو بیوقوف گدھا ہی سمجھو۔ اگرچہ عنبر دینے والی گائے ہی کیوں نہ ہو۔

(سعدی) میں نے کہا ان مالداروں کی مذمت اور برائی کو جائز نہ سمجھو اس لئے کہ یہ بخشش کرنے والے لوگ ہیں۔

(درویش) نے کہا کہ سعدی تم غلط کہتے ہو

یہ لوگ بخشش کرنے والے نہیں بلکہ
یہ تو روپے کے غلام ہیں۔

اور ان سے کیا فائدہ جبکہ یہ ایسے بادل سے مشابہ ہیں جو گرجتا ہے۔ مگر برستا نہیں اور یہ لوگ ایسے آفتاب کی ٹکیہ ہیں۔ جو کسی پر چمکتا نہیں۔ یہ لوگ استطاعت کی سواری پر سوار ہیں مگر اس کو چلاتے ہیں۔ یہ چند قدم بھی خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے اور بغیر احسان جتلائے یا بغیر تکلیف پہنچائے ایک پیسہ کسی کو دینے کے روا دار نہیں۔ بصد مشکل یہ مال جمع کرتے رہتے ہیں اور نہایت ہی کمینگی اور خست سے اس کو محفوظ رکھتے ہیں اور مرتے وقت حسرت سے اس کو چھوڑ جاتے ہیں جیساکہ بزرگوں نے فرمایا ہے

بخیل کا مال زمین سے اس وقت برآمد ہوتا ہے۔
جب وہ خود مر کر زیر خاک چلا جائے۔

کوشش و کاوش سے ایک مال اپنے ہاتھ میں جمع کرتا ہے (وارث) بغیر تکلیف و کوشش کے اس کو لے لیتا ہے۔

(سعدی) میں نے اس کو جواب دیا کہ تم نے مالداروں کے بخل پر اطلاع صرف گداگری کی وجہ سے پائی ہے ورنہ جو آدمی لالچ کو ترک کر دیتا ہے۔ اس کی نگاہ میں کریم و بخیل یکساں دکھائی دیتے ہیں۔ کسوٹی ہی جانتی ہے کہ زر خالص کون سا ہے اور گداگر ہی جانتا ہے کہ بخیل کون ہے۔

(درویش) نے کہا کہ میں نے یہ بات تجربہ سے معلوم کی ہے۔ کیونکہ مالدار لوگ اپنے دروازوں پر خدام و دربان مقرر کر دیتے ہیں اور اس کام پر ایسے بداخلاق اور تند مزاج لوگوں کو متعین کرتے ہیں جو شریف لوگوں کو اندر نہیں جانے دیتے اور نیک لوگوں کے سینوں پر دھکے مار کر ان کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ اندر کوئی نہیں اور درحقیقت وہ سچ کہتے ہیں کہ اندر کوئی نہیں۔

کیونکہ جس کی عقل، ہمت، تدبیر اور رائے نہ ہو
تو پردہ دار اگر کہہ دے کہ گھر میں کوئی نہیں تو یہ بہت خوب ہے۔

(سعدی) میں نے کہا کہ مالداروں نے دروازوں پر پہرے دار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مانگنے والوں سے عاجز ہو گئے ہیں۔ گداگروں اور بھک منگوں کی صداؤں سے تنگ آ کر یہ چلا اٹھے ہیں اور عقل میں یہ بات محال ہے کہ

اگر بیابان کی ریت بھی موتی بن جائے
تو پھر بھی گداگروں کی نگاہیں پُر نہ ہونگی

حرص و لالچ والوں کی نگاہیں دنیا کی نعمتوں سے پُر نہیں ہو سکتی جس طرح کنواں شبنم سے پُر نہیں ہو سکتا۔ جس جگہ دیکھو یہ سختی اٹھانے والے اور تلخی دوراں کا مزہ چکھنے والے اپنے آپ کو خطرناک کاموں میں ڈالتے ہیں نہ آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور نہ حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔

کتے کے سر پر اگر ڈھیلا پڑے
تو خوشی کے مارے اچھلتا ہے کہ ہڈی آئی
اگر دو آدمی اپنے کندھے پر میت کی لاش اٹھائیں تو کمینی طبیعت والا بھکاری خیال کرے گا
کہ روٹیوں کا دستر خوان آ رہا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف مالداروں پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کی نگاہ ہے۔ حلال میسر ہونے کی وجہ سے حرام سے محفوظ رہتے ہیں۔ تم خود انصاف کرو اکثر ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے قید خانوں کے چکر کاٹنے والے یہ بھی بھنوا قسم کے لوگ ہوتے ہیں زیادہ تر مفلس ہی نفس امارہ کی مراد کے سامنے لاچار ہو کر اپنی پاک دامنی کو گناہ کی وجہ سے ضائع کر دیتے ہیں اس لئے کہ پیٹ اور شرمگاہ دو جوڑویں بھائی ہیں اگر ایک ان میں سے اپنی جگہ پر ہو تو دوسرا بھی قائم رہتا ہے اور منجملہ دل جمعی اور سکون کے اسباب میں سے یہ بھی ہے جو مالداروں کو میسر ہیں۔ حسب دل پسند حسین و جمیل عورتوں کا مالداروں کے پاس موجود ہونا۔ جن کی وجہ سے ناجائز باتوں اور برے کاموں کی طرف ان کی رغبت کا ہونا مشکل ہے

آخر باغبان کے سامنے تر و تازہ پھل موجود ہوں تو درختوں پر پتھر مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ اکثر مفلس لوگ ہی اپنے دامن کو معصیت سے آلودہ کرتے ہیں اور بھوکے لوگ ہی دوسروں سے روٹی چھینتے ہیں کیونکہ ؎

جب بھوکا کتا گوشت پاتا ہے تو یہ نہیں دریافت کرتا کہ یہ گوشت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا ہے یا دجال کے گدھے کا

بہت سے پردہ نشین محتاج اور افلاس کی وجہ سے نہایت ہی خرابی اور فساد میں مبتلا ہوتے ہیں اور عزت و ناموس کو بدنامی کی ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔

بھوک سے پرہیزگاری کی طاقت نہیں رہتی
اور افلاس کے ہاتھ سے تقویٰ کی باگ چھوٹ جاتی ہے۔

اور تم نے جو یہ کہا کہ مالدار لوگ غریبوں مسکینوں پر دروازہ بند کر دیتے ہیں تو (اس کا جواب یہ ہے) اگر حاتم طائی جو بادیہ نشین تھا اگر شہر میں ہوتا تو گداگروں کی بھیڑ بھاڑ سے عاجز آ جاتا۔ اور بھکاری اس کے کپڑے بھی پھاڑ کر پارہ پارہ کر دیتے، جیساکہ طیبات میں آیا ہے۔

کہ تم میری طرف نہ دیکھو تاکہ دوسرے امید نہ رکھیں
کیونکہ گداگروں کی وجہ سے کوئی ثواب کا کام نہیں کر سکتا۔

(درویش) کہنے لگا کہ میں تو مال داروں کے حال پر رحم کھاتا ہوں۔

(سعدی) میں نے کہا کہ نہیں۔ رحم نہیں کھاتے بلکہ تم ان کے مال پر حسرت کرتے ہو۔ ہم اسی گفتگو میں باہم رد و قدح کر رہے تھے جو بات وہ درویش کہتا میں اسے رد کر دیتا۔ اور جو بات میں کرتا وہ اس کا دفاع کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مفلس ہمت ہار گیا۔ اس کے ترکش میں جتنے تیر تھے اس نے وہ سب چلا کر اسے خالی کر دیا اور اس کا کام کچھ نہ بنا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

کہ فصیح اور چرب زبان آدمی کے حملہ سے مت گھبراؤ
کیونکہ اس کے پاس سوائے مستعار مبالغہ کے سوا اور کچھ نہیں
دین دار بنو۔ معرفت قبول کرو کیونکہ خالی مقفع اور مسجع عبارت بولنے والے کی مثال

ایسی ہے جیساکہ قلعہ کے دروازے پر ہتھیار رکھے ہوں اور اندر خالی ہو۔

جب اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہی تو میں نے اس کو رسوا کیا۔ اس نے گالی گلوچ اور بے ہودہ بکنے کے ساتھ دست درازی شروع کر دی کیونکہ جاہلوں کا دستور ہے۔ کہ جب وہ دلیل سے عاجز آ جاتے ہیں تو ہاتھا پائی سے خصومت شروع کر دیتے ہیں۔ جیسا آزر بت تراش جب اپنے فرزند (ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مقابلہ میں دلیل سے نہ جیت سکا تو لڑنے پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تم باز نہ آتے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔

چنانچہ اس (درویش) نے گالیاں بکنی شروع کر دیں۔ میں نے بھی سخت سست کہہ ڈالا اس نے میرا گریبان چاک کر ڈالا۔ میں نے مار کر اس کی ٹھوڑی توڑ ڈالی۔

وہ مجھ سے اور میں اس سے الجھا ہوا تھا اور لوگ ہمارے پیچھے دوڑتے اور ہنستے تعجب کی وجہ سے ایک زمانہ ہماری گفتگو سے دانتوں میں انگلیاں ڈالتا تھا۔

(قاضی) آخر کار ہم اس جھگڑے کو قاضی کی عدالت میں لے گئے تاکہ ہمارے اس تنازعہ میں وہ منصفانہ فیصلہ کرے اور مفلسوں اور تونگروں کے درمیان فرق بیان کرے۔ قاضی نے جب ہماری حالت دیکھی اور ہماری گفتگو سنی۔ غور و فکر کے لئے سر جھکا لیا۔ بہت سوچ بچار کے بعد سر اٹھا کر اس نے روئے سخن میری طرف کرتے ہوئے کہا کہ تم نے مالداروں کی مدح و ثنا کی ہے اور مفلسوں پر ظلم روا رکھا ہے۔ سمجھ لو کہ:-

جہاں پھول ہوتا ہے وہاں کانٹا بھی ضرور ہوتا ہے۔

اور نشے کے ساتھ خمار بھی ہوتا ہے
اور خزانے پر سانپ ہوتا ہے۔

اور جہاں بیش قیمت موتی ہیں وہاں آدمیوں کو پھاڑ ڈالنے والا مگرمچھ بھی ہے۔

دنیا کے عیش کے مزے کے ساتھ
موت کا ڈنگ بھی ہے۔

اور بہشت کی نعمتوں کے سامنے مشکلات کی دیوار بھی حائل ہے۔

دوست کا طالب، دشمن کا ظلم نہ اٹھائے تو کیا کرے۔

خزانہ اور سانپ پھول اور کانٹا غم اور خوشی ساتھ ہیں۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ باغ میں جہاں بید مشک ہے وہاں چوب خشک بھی ہے۔

اسی طرح مالداروں کے زمرہ میں جسطرح شکرگزار ہیں۔ اسی طرح ناشکرے بھی۔ درویشوں کے حلقہ میں جس طرح صابر ہیں اسی طرح تنگ دل اور بے صبر بھی ہیں اگر اولے کا ہر قطرہ موتی بن جاتا تو کوڑیوں کی طرح بازار بھی پر ہو جاتے اللہ تعالیٰ کے مقرب وہ مالدار ہیں جن میں درویشوں جیسی سیرت پائی جاتی ہے۔ اور مقربین الٰہی وہ فقیر ہیں جو امیروں جیسی ہمت رکھتے ہیں۔ مالداروں میں سردار وہ ہے جو فقیروں اور ناداروں کا غم کھاتا ہے اور فقیروں میں بہتر آدمی وہ ہے جو تونگروں کی پروا کم کرتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔

اس کے بعد قاضی نے روئے سخن درویش کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ تم مالداروں کے متعلق کہتے ہو کہ یہ برے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور لہو و لعب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے شک ایک گروہ جیساکہ تم نے بیان کیا ایسا ہی ہے۔ کوتاہ ہمت۔ خدا کی نعمتوں کے ناشکر گزار، یہ مال جمع کرتے ہیں نہ خود کھاتے ہیں نہ دوسروں کو دیتے ہیں اگر کہیں بارش نہ برسے یا طوفان آ جائے۔ تو یہ اپنی تونگری کے غرور میں تنگدستوں کی تکلیف کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے نہ ان کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ انہیں نہ خوف خدا ہے نہ فکر آخرت۔

اگر مفلسی کی وجہ سے کوئی مرتا ہے تو مرتا رہے
ان کے پاس تو ہے بطخ کو طوفان سے کیا خطرہ

اور بہت سی اونٹوں کے کجاووں میں سوار ہونے والی اس شخص کی کیا پروا کرتی ہیں جو ریت کے تودوں میں دھنس رہا ہو۔ کمینے اور خسیس لوگ اپنا کمبل جب بچا لے گئے تو کہتے ہیں کہ کیا غم ہے اگر ساری دنیا بھی تباہ ہو جائے۔

کچھ لوگ ایسے ہی ہیں جیساکہ تم نے سنا اور ایک گروہ ایسا ہے جنہوں نے نعمت کا دستر خوان بچھایا ہے اور بخشش و سخاوت کا ہاتھ کشادہ کیا ہوا ہے۔ جو نیک نامی اور مغفرت دونوں کے خواہش مند ہیں قاضی نے جب بات یہاں تک پہنچائی۔ تو ہم قاضی کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور گزشتہ باتوں سے درگذر کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح کا راستہ اختیار کیا۔ گزشتہ باتوں کی تلافی کے لئے ایک دوسرے کے سامنے معذرت کی اور آخر میں اس پر بات ختم کی۔

زمانہ کی گردش کا شکوہ مت کر اے مفلس
اگر تم اسی حال میں مر جاؤ تو بدبخت ہو گے
اے مالدار تیرا دل اور ہاتھ جب کامیاب ہے تو خود بھی کھاؤ
اور دوسروں کو بھی عطا کرو کہ تم نے دنیا اور آخرت حاصل کر لی۔

بقیہ صفحہ ۷ :- ایک مفسّرِ قرآن، ایک مثالی زمان

بس کافرست زاہد از برہمن و لیکن
او را بت ست در بر و در آستین ندارد

حضرت مولاناؒ بُت شکن تھے، بُت گر یا بُت فروش نہ تھے۔ آپ کا یہ اعلان کس قدر موزوں، جامع، مناسب اور متناسب ہے:

گرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

انجمن حمایت اسلام کے زیرِ اہتمام اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کی گراؤنڈ میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ سردار خان عبدالقیوم خاں کر رہے تھے۔ حضرت مولاناؒ نے اس جابر وزیر اعلیٰ کی صدارت میں منعقدہ جلسۂ عام میں وہ کھری کھری باتیں سنائیں کہ اس کی جبینِ جبروت پر پسینہ آنے لگا۔ حضرتؒ نے فرمایا "چائے کی ایک پیالی پر قلب و ضمیر کا سودا نہ کرنا اور نہ ہی بسکٹ اور لذتِ بے مایہ کے عوض نوابوں اور خانوں کو ووٹ دینا بلکہ یہ ووٹ اس مستحق کو دو جو اسلام کی سچّی تڑپ رکھتا ہو"

انقلابی حکومت کے اوائل میں اس قدر خوف و ہراس مسلّط تھا کہ ہم نے یار لوگوں کو رات کے ۹ بجے کے بعد گھر سے باہر آتے نہ دیکھا۔ اس سے پہلے نیم شب تک انجمن آرائی ہوتی۔ لیکن انقلاب کے آتے ہی روز و شب میں انقلاب آگیا۔ لوگ مارے خوف کے گھر سے باہر قدم نہ رکھتے تھے۔ کہ کہیں بیگار میں پکڑے نہ جائیں۔ لیکن حضرت مولانا سکوت و جمود کے اس دور میں بھی دہلی دروازہ کے باہر نوبتِ ابراہیمی کے زور سے تازہ خداؤں کا بھرم کھول رہے تھے۔

●

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

بقیہ صفحہ ۹ :- معارف و حقائق

کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہو، اور دعا کی درخواست کرو۔

چنانچہ وہ سب لوگ حاضر ہوئے اور مولانا سے دعا کی درخواست کی مولانا نے فرمایا تم سب دعا کرو میں بھی دعا کروں گا۔ مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے چپکتی نہیں، اس پر ایک صاحب نے وعدہ کیا کہ میں تمام جہاز والوں کو مستقلی حلوا کھلاؤں گا۔ اب مولانا نے سب کے ساتھ مل کر دعا کی، اس اثر اسی وقت ظاہر ہوا، ایک چشمہ شیریں پانی کا دوڑتا ہوا آیا اور جہاز کے پاس رک گیا۔ مولانا نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس پانی کو تو دیکھو کیسا ہے۔ لوگوں نے چکھا تو نہایت ٹھنڈا اور شیریں تھا۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے جب سب فارغ ہو گئے تو وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

اس کے بعد لوگوں نے مولانا سے ہوا کی موافقت کے لئے دعا کی درخواست کی مولانا نے پھر وہی فرمایا کہ سب دعا کرو میں بھی شریک ہو جاؤں گا۔ مگر میری دعا بغیر مٹھائی کے نہیں چپکتی، اس پر ایک اور صاحب نے وعدہ کیا، آپ نے سب لوگوں کے ساتھ مل کر دعا فرمائی۔ ہوا موافق ہو گئی، جہاز کا لنگر کھول دیا گیا، جتنے دنوں جہاز موافق ہوا کی حالت میں جدہ پہنچ جاتا تھا، اس سے نصف دنوں ہی میں عافیت اور سلامتی کے ساتھ جدہ پہنچ گیا۔

اطبار نے جواب دے دیا

ایک مرتبہ میاں جی محمدی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبدالعزیز صاحب بچپن میں سخت بیمار ہوئے۔ اطبار نے جواب دے دیا اس کی وجہ سے والدین کو سخت پریشانی تھی۔

اسی عالم میں میاں جی نے خواب میں دیکھا کہ مولانا اسمٰعیل شہید مسجد کے بیچ در میں وعظ فرما رہے ہیں۔ میں مسجد کے اندر ہوں، اور میرے پاس عبدالعزیز بھی بیٹھا ہوا ہے۔ اتفاق سے اس کو پیشاب کی ضرورت ہوئی میں لے کر چلا، آدمیوں کے ہجوم کی وجہ سے اور طرف کو راستہ نہ تھا۔ مولانا سے میری بے تکلفی تھی، اس لئے انہی کی طرف کو لے گیا۔

جب عبدالعزیز مولانا کے سامنے پہنچا تو مولانا نے تین مرتبہ یا شافی پڑھ کر دم کر دیا، اتنے میں میری آنکھ کھل گئی، میں نے بیوی کو جگایا اور کہا کہ عبدالعزیز اچھا ہو گیا اطبار غلط کہتے ہیں کہ یہ نہ بچے گا۔ اس وقت نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ صبح ہوئی تو میاں عبدالعزیز بالکل اچھے تھے۔

بی بی کے ابا منع کرتے ہیں

ایک مرتبہ مولانا اسماعیل صاحب کو اکبر شاہ بادشاہ دہلی کی بہن نے بلایا۔ اور کہا کہ اسماعیل! ہم نے سنا ہے تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو۔

مولانا نے فرمایا، کہ اماں! میں منع نہیں کرتا، بھلا میری کیا مجال کہ میں بی بی کی صحنک کو منع کروں، انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ جو کوئی کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بی بی کے اباجان منع کرتے ہیں۔ میں لوگوں کو بی بی کے اباجان کا حکم سنا دیتا ہوں۔

اس پر اس نے حیرت کا اظہار کیا کہ بی بی کے اباجان منع کرتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا! جی ہاں! چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

من احدث فی دیننا هذا ما لیس منه فهو رد۔

پھر اس کی تفصیل بیان فرمائی اور اس صحنک کی ممانعت ثابت فرمائی۔

اس نے جب مولانا کی یہ تقریر سنی تو قائل ہو گئی۔ اور اسی وقت یہ اعلان کر دیا کہ اب سے کوئی عورت ایسا کرے گی تو میں اس کی ناک چٹیا کاٹ لوں گی، ہم بی بی پر ایمان نہیں لائے ہم تو بی بی کے ابا پر ایمان لائے ہیں جب وہی منع کرتے ہیں تو پھر ہم کیوں کریں (امیر الروایات)

سریع الانتقال

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے! کہ مولانا اسمٰعیل شہید کا ذہن اس قدر سریع الانتقال تھا کہ پانچ آدمیوں کو ایک ساتھ بٹھلا کر پانچ مختلف مضامین لکھاتے تھے۔ اور اس طرح املا کراتے تھے کہ کسی کا قلم نہ رکتا تھا۔ (مولانا حکیم جمیل الدین صاحب)



ایک مرتبہ میر پنجہ کش خوش نویس نے مولانا اسمٰعیل شہید سے کہا کہ آپ نے لکھنا کیوں نہیں سیکھا۔ مولانا نے ایک جیم خود لکھا، اور ایک ان سے لکھوایا، پھر ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا جیم پھر اپنے لکھے ہوئے کو پوچھا کہا جیم۔ مولانا نے فرمایا کہ بس اتنا ہی کافی ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آ جائے باقی فضول ہے۔ (اشرف التنبیہ)

بقیہ ص ۷ جس نے دنیا کو ٹھکرا دیا

"یہ امیر المومنین نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔"

عطاء بن ابی رباح نے نہایت بے نیازی کے ساتھ اس کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ

"میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا بلکہ اپنے رب کے اجر کی توقع رکھتا ہوں"۔

عطاء بن ابی رباح "لا اسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علی الله" کا ورد پڑھتے ہوئے دربار سے بہت دور نکل چکے تھے لیکن ان کا رعب اب بھی دلوں پر اسی طرح طاری تھا کیونکہ انہوں نے ایک زرِ خطیر کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔

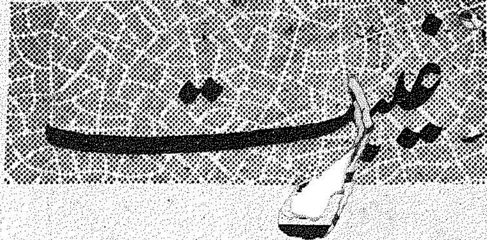
اگر عطاء بن ابی رباح نے اشرفیوں کا ہدیہ قبول کر لیا ہوتا۔ اگر عطاء نے اشراف نفس کا ثبوت نہ دیا ہوتا تو ان کا رعب دلوں پر بیٹھتا اور نہ خلیفۂ وقت کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوئی ہوتیں۔

کس صداقت پر مبنی ہے یہ قول "جس نے دنیا کو ٹھکرایا۔ تو دنیا اس کے قدموں پر گر کر رہتی"۔

بقیہ غیبت صفحہ ۱۵ سے آگے

کی جائے۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کی طرف سے غیبت کرنے والے کی باتوں کا کاٹ اور رد کر دو اور اس قسم کا اظہار کرو کہ یہ شخص تم کو اس کا موافق تصور کرے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود شرمندہ ہو کر لاجواب ہو جائے گا۔ اور پھر کبھی آپ کے سامنے ایسی جرأت نہیں کر سکتا ہے۔ ہر غیبت کرنے والے شخص کے ساتھ آپ ایسا معاملہ رکھئے۔ جس کی غیبت کی جائے وہ خواہ آپ کا دشمن اور حریف ہو۔ اور ان باتوں کو آپ تسلیم بھی کر سکتے ہوں۔ تب بھی اس کے سامنے اپنے حریف و مخالف کی موافقت کا اظہار فرمائیے ایسا کرنے سے آپ کو بھی پھر کبھی غیبت کرنے کی ہمت نہیں ہوگی کیونکہ خوف رہے گا۔ کہ کوئی مجھ کو ٹوک نہ دے۔ اور نہ دوسرے کو آپ کے سامنے ایسا کرنے کی ہمت پڑے گی۔

محمد صالح بریلی



وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ الرَّحِیْمٌ۔

یعنی "تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرے کیا وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا یہ تو کوئی نہیں پسند کرے گا۔ تو پھر اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

دیکھئے کسی کی غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ جیسے اپنے مردہ مسلمان بھائی کا گوشت کھانا۔ اب آپ کو غیبت کی قباحت کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ اس معاملہ میں ۹۵ فیصدی لوگ گرفتار ہیں۔ جہاں دو چار شخص مل کر بیٹھے اور لگے برائی بھلائی کرنے۔ یہ عادت خاص کر عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے جس کا آپ کو خود تجربہ ہوگا۔ غیبت سے بچنے کے لئے پہلے اس کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ پھر اس کا علاج معلوم کرنا۔ چنانچہ میں آج حدیث کی روشنی میں یہی بات بتانا چاہتا ہوں۔

غیبت کسے کہتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے صحابہؓ سے معلوم کیا کہ کیا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا تو آپ ہی نے فرمایا۔ دیکھو غیبت اس کو کہتے ہیں۔ کہ تم اپنے بھائی کی ان باتوں کو اس کے پیچھے بیان کرو۔ جن کا بیان تمہارے بھائی کو ناگوار ہو۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو باتیں اس کی ہم نے دوسروں سے کہی ہیں وہ درحقیقت بھائی کے اندر پائی جاتی ہوں تب بھی کیا غیبت ہوگی؟ فرمایا اگر وہ بات جو تم نے کہی اس کے اندر موجود ہو تب ہی تو غیبت ہے۔ ورنہ جو تم کہتے ہو وہ چیز اس میں نہ ہو تو یہ بہتان ہے (جو غیبت سے بھی برا ہے (مسلم)

کسی کا اصل حال بھی اس کے پیچھے کہیں تو بھی گناہ میں شامل ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا کہ وہ ٹھگنی اور ناٹی ہیں۔ آپ نے اس پر فوراً فرمایا کہ اگر تمہاری اس بات کو سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کا پانی اس کی بدبو سے گندا ہو جائے" دیکھا آپ نے! حضرت عائشہؓ کی بات آپ کو اس قدر بری لگی اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا میں نے تو ان کا اصل حال بیان کیا تھا اس میں کیا برائی ہوگئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں ایسی بات ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خواہ مجھ کو اس کے بدلے بڑی سے بڑی چیز کیوں نہ مل جائے۔

ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ سب لوگ روزہ رکھیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جب افطار کرنے کی اجازت میں نہ دوں کوئی صاحب روزہ افطار نہ کریں حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں نے روزہ رکھا اور جب افطار کا وقت ہوا تو لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ہر ایک عرض کرتا کہ حضورؐ میں نے روزہ رکھا تھا افطار کی اجازت مرحمت فرما دیجئے آپ اجازت دیتے گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں دو عورتوں نے بھی روزہ رکھا ہے۔ انہیں بھی افطار کی اجازت دیدیجئے یہ سن کر آپ نے اس شخص کی جانب سے منہ مبارک پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر تیسری بار عرض کیا آپ نے جواب دیا ان دونوں کا روزہ نہیں ہے جو شخص دن بھر لوگوں کا گوشت کھائے۔ اس کا روزہ کیسے ہوگا۔ یعنی غیبت کرتی رہی تھیں وہ دونوں تم ان سے جاکر کہہ دو کہ اگر تمہارا روزہ ہے۔ تو قے کر لو۔ چنانچہ دونوں عورتوں سے کہا گیا حکم کے مطابق ان دونوں نے قے کرلی۔ تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا یہ تمام واقعہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر یہ جما ہوا خون ان کے پیٹوں میں رہ جاتا تو انہیں دوزخ کھا جاتی اس واقعہ کے بعد ان عورتوں نے غیبت سے سچے دل سے توبہ کی۔

چغل خوری اور غیبت

غیبت بیان کرنے والا، سننے والا، اس کو نقل کرنے والا، اور چغلی کھانے والا سب گناہگار ہیں۔ بخاری اور مسلم شریفین کی روایت میں ہے۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا بہت سے لوگ بیچارے غیبت سے پرہیز تو کرتے ہیں اور نفرت بھی کرتے ہیں اور کبھی کسی کی چغلی نہیں کھاتے ہیں۔ مگر ذرا سی بداحتیاطی سے وہ بھی چغل خوری کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح غیبت کرتے نہیں۔ لیکن دوسروں کی غیبت سنتے ہیں اور اس کو کچھ کہتے نہیں ہیں۔ اس بداحتیاطی کے عوام و خواص سب ہی شکار ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بندوں کا خوف ان کے دل میں اللہ کے خوف پر غالب آچکا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ۔

غیبت سے بچنے کے دو نسخے

جب آپ کے سامنے کوئی شخص غیبت کرنے لگے۔ تب آپ کو کیا کرنا چاہئے تاکہ اس عذاب سے آپ بچ سکیں میرے ذہن اس منحوس بلا سے بچنے کی دو آسان صورتیں آئی ہیں۔ اگر انہیں باتوں کو عمل میں لایا جائے۔ تو انشا اللہ تعالیٰ غیبت کی ناپاک عادت سے بخوبی بچا جا سکتا ہے اول تو یہ بات کہ غیبت کرنے والے کو اپنے سامنے فوراً روک دے اور کہہ دے کہ بھی غیبت کرنا برا ہے۔ اور سننا بھی ایسا ہی ہے مانا کہ تمہارا بیان درست ہے لیکن مجھ کو سنا کر خدا کے لئے گناہگار مت بنائیے۔ بلکہ بہتر ہے کہ آپ بھی اس سے توبہ کرلیں۔ ورنہ جو کہنا ہے اس کے سامنے کہئے گا۔

دوسرے آپ کے سامنے جب غیبت

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۶ سے آگے

حدیث نبوی

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ (۱) عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ (۲) وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ (۳) وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ (۴) وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ (۵) وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ

ترجمہ - ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں - آپ نے فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہیں ہٹیں گے - (یعنی دربار الٰہی سے) یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے (یعنی پانچ سوالوں کا انسان سے جواب لیا جائے گا) (۱) عمر کس کام میں صرف کی تھی (۲) جوانی کس کام میں صرف کی تھی (۳) مال کس ذریعہ سے حاصل کیا تھا - (وہ ذریعہ حلال کا تھا کہ حرام کا) (۴) مال کس جگہ صرف کرتے تھے (۵) اور جو علم (شریعت کا) تمہیں پہنچا تھا اس کے متعلق کیا عمل کر کے آئے ہو؟

ظاہر ہے ان سب سوالوں کا جواب ہمیں قیامت کے دن دینا ہوگا ہم محض بندگی کے لئے پیدا ہوئے ہیں ہمیں اپنی زندگی فقط رضائے ایزدی کے حصول اور حق تعالیٰ شانہ کی فرمانبرداری میں صرف کرنی چاہئے - ہمارا مال، ہماری جان اور زندگی کا ہر ایک لمحہ کتاب و سنت کے احکامات کی تعمیل میں گزرنا چاہئے - اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی بندگی کی توفیق دے اور ہم ایمان اور اعمال صالحہ کی پونجی لے کر اس کے حضور پیش ہوں - آمین یا الٰہ العالمین -

بقیہ صفحہ ۳ :- موت العالم موت العالم

ہمیشہ شریک رہتے اور نیازمند - جہاں حضرت اقدس رائےپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور صحبتِ فیض سے استفادہ کرتے وہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بھی مستفیض ہوتے اور اس طرح شراب دو آتشہ سے لطف اٹھاتے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہٗ سے بیعت اور شاہ عبدالرحیم رائےپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز تھے - آپ کو بانئ دارالعلوم قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق اور ساتھی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا - اور سچ تو یہ ہے کہ گنگوہ کی پاکیزہ اور مقدس سرزمین سے علم و عرفان کا جو قافلہ چلا تھا حضرت مولانا فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قافلہ کے آخری حُدی خواں تھے -

وصال کے وقت حضرت مولاناؒ کی عمر ۹۰ برس تھی - عین تہجد کے وقت جب وہ اپنے محبوب کی بارگاہ میں حاضری کے لئے وضو فرما رہے تھے - دائمی اور حقیقی ملاقات کا پیغام آ پہنچا - اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے - اللہ تعالیٰ انہیں اکابر و اسلاف کے ساتھ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے - اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین !

اطلاع

چند دن ہوئے شاہی مسجد کے نزدیک ایک بستر ملا ہے جس صاحب کا ہو وہ نشانی بتلا کر مندرجہ ذیل پتے سے حاصل کریں -

محمد صدیق کھوکھر سب ایڈیٹر ہفت روزہ دعوت
۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

بقیہ صفحہ ۱۷ :- دعوت

اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے دستخط ہائے مبارک ثبت ہوں گے اس لحاظ سے [illegible] اپنی مثال آپ ہے -

۸ - ہر طالب علم مذکورہ بالا شرائط کی مندرجہ ذیل الفاظ میں تصدیق کرنے سے داخل ہو سکے گا -

" میں نے شرائط داخلہ مدرسہ قاسم العلوم متعلقہ انجمن خدام الدین ۱ تا ۸ پڑھ لی ہیں - میں خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے یہ عہد کرتا ہوں کہ مجھے یہ تمام شرائط منظور ہیں -

دستخط مہتمم — العبد

ضروری نوٹ :- باہر سے آنے والے طلباء شرائط کا فارم پُر کر کے اپنے دستخط و مکمل پتہ انجمن خدام الدین کے دفتر میں بھیج دیں - دفتر آپ کو منظوری کی اطلاع دینے کا ذمہ وار ہوگا -

المعلن

احقر الانام عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین لاہور

مطبوعہ فارم

ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر طلب فرمائیں

وفاق المدارس کے امتحانات ختم ہونے کے تین دن بعد دورۂ تفسیر شروع ہو جائیگا - طلباء کو مطبخ سے دونوں وقت صرف کھانا ملے گا نقد وظیفہ نہیں دیا جائے گا -

ناظم انجمن خدام الدین لاہور

آئمہ و خطباء

کے پتے مطلوب ہیں -

قارئین سے اپیل ہے کہ اپنے شہر اور علاقہ کے تمام آئمہ و خطباء کے پتوں سے مطلع فرمائیں - نیز تحریر فرمائیں کہ ان حضرات کا کس مسلک سے تعلق ہے -

عبدالرشید ارشد - میاں چنوں
نائب امیر جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان

یک جاں چہ کند سعدیٔ مسکین کہ دو صد جاں
سازیم فدائے سگ دربان محمدؐ

شیخ الہند اعلیحضرت مولینا محمود حسن صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

کی قائم کردہ

درسگاہ قرآن حکیم کی طرف طلبہ علوم دینیہ کو

دعوت

عزیزانِ محترم! آپ جانتے ہیں کہ اساس دین کتاب اللہ العزیز ہے۔ تمام علوم دینیہ اسی متن متین کی شرحیں ہیں۔ آپ کو یہ بھی علم ہے کہ اس مقدس کتاب کی نشر و اشاعت کا فرض اہم آپ ہی کے ذمہ ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس مبارک کتاب کی خدمت تمام علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ سے بڑھ کر قرب الٰہی کا موجب ہے۔ حصول رضائے الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اور مسلمانوں کی نجات کی شاہراہ ہے

مگر افسوس ہے

کہ جس طرح باقی علوم و فنون کو طلباء علوم دینیہ محنت شاقہ سے پڑھتے ہیں ایک ایک فن کی کئی کئی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ متون پر علیحدہ وقت صرف کیا جاتا ہے اور شروح و حواشی پر علیحدہ۔ لیکن علام الغیوب عزاسمہٗ و جل مجدہٗ کی کلام مقدس پر نہ اتنا وقت صرف کیا جاتا ہے اور نہ ہی پوری توجہ دی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر متن اور شرح کے لئے ایک ہی تفسیر جلالین شریف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگرچہ نہ ہونے سے یہ بھی غنیمت ہے۔ لیکن فقط جلالین شریف کے پڑھنے سے جتنی استعداد پیدا ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے مصالح و حکم اور عبر پر جس قدر عبور طالب علم کو حاصل ہوتا ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

اس کمی کو پورا کرنے کیلئے

اعلیٰ حضرت عمدۃ المحققین زبدۃ السالکین امام المجاہدین شیخ الہند مولانا محمود حسن الدیوبندی نور اللہ مرقدہٗ و جعل الجنۃ مثواہ نے ایک پودا اپنے مبارک ہاتھوں سے لگایا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے دارالعلوم دیوبند میں درجہ تکمیل کے نام سے تفسیر قرآن پڑھانے کی ایک جماعت شروع کرائی تھی۔ جس میں فضلاء دارالعلوم اور علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجوایٹس کو شامل کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ آگے چل کر یہ جماعت ملک میں اسلامی انقلاب برپا کر دے۔ بعض وجوہات کی بنا پر اس درجہ تکمیل کو دہلی منتقل کرنا پڑا۔ چنانچہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے نام سے مسجد فتح پوری دہلی میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مولانا سندھیؒ نے یہ مدرسہ قائم کیا۔

پہلی جنگ عظیم کے شروع میں حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے جب حضرت سندھیؒ کو کابل جانا پڑا تو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا سندھیؒ کا قائم مقام تجویز فرمایا۔ چنانچہ بعد میں ریشمی خطوط کی سازش کے سلسلہ میں حضرتؒ کو دہلی سے گرفتار کرکے راہوں ضلع جالندھر اور شملہ وغیرہ جگہوں پر نظربند رکھنے کے بعد مستقل طور پر لاہور رہنے پر پابند کر دیا گیا۔ بفضلہ تعالےٰ جو کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا تھا۔ لاہور میں اس نے ایک عظیم قرآنی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ اور اسی تحریک کے استحکام کے لئے انجمن خدام الدین اور مدرسہ قاسم العلوم کی بنیاد ڈالی گئی۔

جن کی روحانی سرپرستی مخدومنا و مخدوم العلماء والمحدثین مولانا سید محمد انور شاہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ و امام المجاہدین عمدۃ المحققین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور امام المفسرین اسوۃ المحدثین حضرت مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات نے فرمائی ان ہی مقدس حضرات کی دعاؤں کی برکت سے انجمن خدام الدین کو اللہ تعالےٰ نے توفیقِ عمل عطا فرمائی۔

اس انجمن کے مقاصد مہمہ میں اشاعۃ کتاب و سنت بذریعہ تقریر و تحریر ہے۔ چنانچہ تقریری خدماتِ قرآن حکیم کے سلسلہ میں ہر سال مدارس عربیہ کے طلباء کی جماعت کو شعبان المعظم میں دو ماہ کے لیئے مدرسہ قاسم العلوم میں داخل کیا جاتا ہے تاکہ اس اثناء میں مستقل طور پر قرآن حکیم کے مصالح و عبر پر غور و فکر کر سکیں اور بفضلہ تعالیٰ طلباء کے اندر ایسی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کی تمام ضرورت معاشی و معادی اور سیاسی و اخلاقی کی قرآن حکیم کی روشنی میں راہ نمائی کر سکیں۔ لہذا جو طالب علم اس جماعت میں شامل ہونا چاہے اور شرائط داخلہ کو منظور کرے تو فارم ہذا پر دستخط کرکے دفتر میں بھیج دے۔

شرائط داخلہ

۱۔ اس جماعت میں دینی مدارس کے طلباء ہی شرکت فرما سکتے ہیں۔

۲۔ ہر طالب علم تاریخ داخلہ سے کم از کم دو ماہ قیام کا ارادہ کرکے لاہور آئے۔

۳۔ اس مدت میں پورا وقت اسی تعلیم میں صرف کرنا ہوگا۔

۴۔ اس دوران میں طلباء کو مختلف مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرایا جائے گا۔

۵۔ تمام اوقات میں مہتمم صاحب کے تجویز کردہ نظام الاوقات کی پابندی لازمی ہوگی۔

۶۔ انجمن خدام الدین طلبائے قرآن حکیم کی خدمت کو سعادت دارین کا ذریعہ خیال کرتی ہے۔

لہذا

اپنی توفیق کے موافق خورد و نوش میں قصور نہیں کرے گی اگر مطبخ کے کھانے سے زیادہ نفیس کھانا کوئی صاحب کھانا چاہیں تو اپنی گرہ سے انتظام کر سکتے ہیں۔ مگر مطبخ کے انتظام میں خلل انداز ہونے کا کسی کو حق نہیں ہوگا۔

۷۔ فارغ ہونے کے بعد امتحان میں شرکت لازمی ہوگی اور امتحان میں کامیابی کے بعد انجمن کی طرف سے سند فراغت دی جائے گی۔ جس پر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

بقیہ صـ ۱۹ ۔ کفالت یتیم

اس کا باپ نہ رہا تو حق تعالیٰ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اس کے ساتھ باپ جیسا برتاؤ کریں اور اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں تاکہ باپ کے مرنے کی وجہ سے جو عجز حکمی اس کو لاحق ہو گیا اس قوتِ حقیقی کے ساتھ ہزاروں آدمی اس کے باپ کی جگہ ہو جائیں دُور ہو جاتے۔ پس یتیم بھی قرابت شرعی رکھتا ہے جیسا کہ دوسرے اقارب قرابت عرفی رکھتے ہیں۔

بقیہ احادیث الرسول صـ۲ سے آگے

لئے چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا چاہئے حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں زینب بنت ابی جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی۔ ان ایام میں جب ان کے بھائی کا انتقال ہو چکا تھا (تین دن کے بعد) حضرت زینب بنت ابی جحشؓ نے خوشبو منگا کر ملی اور پھر فرمایا کہ مجھ کو خوشبو کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ منبر پر ارشاد فرما رہے تھے کہ جس کسی عورت کو اللہ رب العزت پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں شوہر پر چار ماہ دس روز سوگ کرنا چاہئے۔ اس حدیث کو امام بخاری و امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

بقیہ صـ۴ ۔ مجلس ذکر

دل میں بسم اللہ پڑھو۔ گھر میں کثرت ذکر الٰہی کیا کرو کچھ عرصہ کے بعد اُس نے بتایا۔ کہ ابا جان! اب گھر میں اتنی برکت اور اتنا رزق ہے۔ کہ رکھنے کے لئے جگہ کوئی نہیں۔

حضرت مولانا حبیب اللہ کا واقعہ ہے کہ جب حضرتؒ حج کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو وہاں ٹھہرتے وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک حضرتؒ وہاں رہتے۔ رزق کی بے انتہا بہتات ہوتی۔ اللہ کی رحمتوں کی ہر وقت بارش ہوتی رہتی۔ لیکن حضرتؒ کے جانے کے بعد اس برکت اور رحمت الٰہی میں کمی ہو جاتی اور نہ ہی رزق کی اتنی فراوانی ہوتی اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضرتؒ ہر وقت ذکر اللہ میں شاغل رہتے تھے حضرات! آج کا سبق یہ ہے۔ کہ آپ فرائض عینیہ کو ادا کرنے کے بعد ذکر اللہ کی کثرت کریں۔ اپنی حیثیت کے مطابق دوسروں کو بھی تبلیغ کریں۔ آپ تھوڑے ہیں۔ لیکن ایک آدمی ہی قوم کو بدلنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ آپ سب راعی ہیں اپنے بیوی بچوں کو نمازی بنائیں اُن کو دینی تعلیم دلائیں۔ گھر میں پڑھیں اور قرآن پاک کی تلاوت کریں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں۔ اپنے دوستوں۔ رشتے داروں کو راہ حق کی طرف بلائیں۔

اللہ تعالیٰ سے التجا و دعا ہے کہ جس طرح اُس نے ہمیں دولت ایمان سے نوازا ہے۔ اسی طرح ہم کو ہر وقت ذکر اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ حضور کی شفاعت اور حوض کوثر کا پانی نصیب فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بچوں کا صفحہ

کفالتِ یتیم

حاجی کمال الدین صاحب (لاہور)

پیارے بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو یتیم بچوں کے بارے میں کچھ باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ پہلے تو یہ سمجھ لو کہ یتیم کون ہوتا ہے۔ یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کے ماں اور باپ دونو فوت ہو چکے ہوں یا ماں تو زندہ ہو مگر باپ فوت ہو گیا ہو پھر بھی یتیم ہے اور جب وہ بالغ ہو جائے اور اس کے ماں باپ یا باپ فوت ہو جائے تو پھر یتیم نہیں۔

عزیز بچو! آپ نے تیسویں پارے میں سورۃ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ تو ضرور پڑھی ہوگی۔ اس میں یتیم کے بارے میں خاص تنبیہ ہے اور اس کے علاوہ کلام پاک میں بہت کثرت سے یتیموں کے بارے میں تنبیہات اور آیات نازل ہوئی ہیں کہ یتیموں کے بارے میں ان کی اصلاح ان کی خیر خواہی، ان کے مال میں احتیاط، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ، ان کی اصلاح و فلاح کی کوشش حتیٰ کہ اگر کسی یتیم لڑکی سے نکاح کرے تو اس کے مہر کو کم نہ کرنے پر بھی تنبیہ کی گئی کہ کس مپرسی کی وجہ سے اس کے مہر میں بھی کمی نہ کی جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں اور وہ شخص جو یتیم کی کفالت کرتا ہے جنت میں ایسے قریب ہونگے جیسے یہ دو انگلیاں۔ اس ارشاد پر حضورؐ نے اپنی دو انگلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے یہ دو قریب ہیں۔ ملی ہوئی ہیں۔ ایسے ہی میں اور وہ شخص جنت میں قریب ہوں گے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے تھوڑی سی آگے نکلی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میرا درجہ نبوت کی وجہ سے تھوڑا سا آگے بڑھا ہوا ہوگا اور اس کے قریب ہی اس شخص کا درجہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ کہ جو شخص کسی یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرے اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ایسا کرے تو اس کا ہاتھ یتیم کے سر کے جتنے بالوں پر پھیرے گا ہر بال کے بدلے میں اس کو نیکیاں ملینگی۔

میرے ہونہار بچو! قربان جایئے اللہ پاک کی رحمت اور شفقت کے۔ کہ معمولی سے کام پر نیکیوں کے اتنے انبار کہ شمار تک نہ ہوں۔ کسی کے سر کے بالوں کو ذرا گن کر دیکھئے۔ میرا خیال ہے کہ صبح سے شام تک بھی گنے نہ جائیں گے۔ ہر بال پر اگر ایک نیکی بھی سمجھ لی جائے تو سارے سر کے بالوں پر کس قدر نیکیاں نامۂ اعمال میں جمع ہو جائیں گی۔ یہ صرف شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرنے کا ثمرہ ہے اور اگر کوئی یتیم کے روٹی کپڑے اور پرورش کا ذمہ لے لے تو پھر اس کے ثواب کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی یتیم بچے بچی پر احسان کرے تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے۔ وہی دو انگلیاں اٹھا کر اشارہ فرمایا جیسا کہ اوپر گذرا۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ قبروں سے ایسے اٹھیں گے کہ اُن کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ کسی نے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ! یہ کون لوگ ہیں تو حضور نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔ انّ الذین یاکلون اموال الیتامیٰ۔ کہ "جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ بہت سے لوگ یتیموں کے والی وارث بن کر ان کا مال اپنے تصرف میں لاتے ہیں اور جب وہ یا اُس کی طرف سے کوئی مطالبہ کرے تو اس کو ڈانٹتے ہیں۔ بھلا ایسے لوگوں کی ہلاکت اور عذاب شدید میں کوئی شبہ ہے۔ ہرگز نہیں۔

شب معراج میں حضورؐ نے ایک قوم کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح سے بڑے بڑے ہیں۔ اور فرشتے ان پر مسلّط ہیں کہ وہ ان کے ہونٹوں کو چیر کر ان میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ٹھونس رہے ہیں۔ اور وہ آگ منہ سے داخل ہو کر پاخانہ کی جگہ سے نکلتی ہے۔ اور وہ لوگ نہایت آہ و زاری سے چلّا رہے ہیں حضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے ان کو آگ کھلائی جا رہی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ چار قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نہ تو جنّت میں داخل فرمائیں گے اور نہ جنّت کی نعمتیں ان کو چکھنا نصیب ہوں گی۔ ایک وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیتا ہو، دوسرے سود کھانے والا، تیسرے وہ جو ناحق یتیم کا مال کھائے، چوتھے وہ جو والدین کی نافرمانی کرے۔

حضرت اقدس شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ یتیموں پر احسان دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ ہے جو وارثوں پر واجب ہے۔ مثلاً اس کے مال کی حفاظت کہ اس میں زراعت یا تجارت وغیرہ سے ترقی ہو تاکہ اس کا نفقہ اور ضروریات پوری ہو سکیں۔ اور اس کی خوراک پوشاک وغیرہ کی خبرگیری نیز اس کے لکھنے پڑھنے اور تعلیم آداب وغیرہ کی خبرگیری دوسری قسم وہ ہے جو عام آدمیوں پر واجب ہے اور وہ اس کی ایذا کو ترک کرنا ہے۔ اور نرمی اور مہربانی سے اس سے پیش آنا ہے۔ محفلوں اور مجالس میں اپنے پاس بٹھانا۔ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنا، اپنی اولاد کی طرح اس کو گود میں لینا اور اس سے محبت ظاہر کرنا اس لئے کہ جب وہ یتیم ہو گیا او

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ندامت کے آنسو

بے شک جو لوگ اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کی عظمت و جلال کے تصوّر سے لرزتے ہیں اور راحت و مصیبت میں اُس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ وہی انسان اور اشرف المخلوقات کہلانے کے مستحق ہیں اور ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہوگا۔ مگر جو لوگ آخرت کے محاسبہ سے نہیں ڈرتے اور احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہیں وہ حیوان سے بھی بدتر ہیں۔ ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔ فی الحقیقت خوفِ خدا ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو برائیوں سے دُور رکھتا ہے اور ہر وُہ مسلمان جس کے دل میں خدا کا خوف ہوگا ہمیشہ نیک کام کی طرف رغبت کرے گا۔ اور بُرے کاموں سے نفرت کرے گا اگر بتقاضائے بشریت اُس سے کوئی غلطی بھی ہو جائے تو فوراً نادم ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ کو نادم ہونے والا معافی اور عافیت طلب کرنے والا انسان بہت پسند ہے۔ ندامت کے آنسو بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ گنہگار جب خدا تعالےٰ کے خوف سے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور گناہوں کے جن دفتروں کو سات سمندروں کے پانی بھی نہیں دھو سکتے وہ ندامت کے چند آنسوؤں سے دُھل جاتے ہیں۔

باری تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اے میرے بندو! جن لوگوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کیں ہوں یعنی بُرے کام کئے ہوں۔ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اُس کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ پیشتر اس کے کہ تم پر اچانک عذاب الٰہی نازل ہو جائے تم خدا کی طرف رجوع کر لو اور موت آنے سے پہلے پہلے توبہ کر لو ایسا نہ ہو کہ ایامِ زندگی غفلت میں گذر جائیں اور آخرت میں پشیمان ہونا پڑے۔

رسولؐ خدا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہو کر عرض کرتی ہے یا رسولؐ اللہ! مجھے پاک کر دیجئے۔ مجھ سے کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو آپؐ نے اُسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا لہٰذا اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اُس کی وفات کے بعد رسولؐ خدا خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس کی توبہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ مدینہ کے ستر آدمیوں کی بخشش کے لئے کافی ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ کس قدر سنگین جرم تھا جس کی وجہ سے وہ جہنم کی مستحق ہو چکی تھی لیکن ندامت اور توبہ کی وجہ سے جنّت کی حقدار ہو جاتی ہے۔

جس دل پہ خدا کی رحمت ہو — اس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اک بار خطا ہو جاتی ہے — سو بار ندامت ہوتی ہے

(محمد امین مکان ۳۶ دہلی کالونی کراچی ۶)